SHEHRI

شہری

برائے بہتر ماحول

اپریل تا جون ۱۹۹۸ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو' وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے... مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات پر

- ایٹم بم کا استعمال
- کے بی سی اے کا کردار
- ماحولیاتی ابتری اور میڈیا کا کردار
- قانون اور غیر قانونی تعمیرات

حیدر آباد شہر، عظمت رفتہ کی تلاش میں

جامشورو اپنے تعلیمی اداروں کے لئے مشہور ہے' جن میں مہران یونیورسٹی' لیاقت میڈیکل کالج اور سندھ یونیورسٹی کیمپس شامل ہیں

سپرہائی وے کے ذریعے حیدر آباد کا سفراب ہائی وے کو ڈبل کردینے کی وجہ سے اور زیادہ محفوظ ہوگیا ہے اور اب پاکستان موٹروے منصوبے کو کراچی تک توسیع دینے کا پروگرام ہے۔ جس میں کراچی۔ حیدر آباد سیکشن شامل ہوگا۔ تاہم اس بات کی یقیناً اشد ضرورت ہے کہ سڑک کے کنارے واقع ہوٹلوں کی خدمات کا معیار بہتر بنایا جائے۔ صرف اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ یہ ہوٹل زیادہ سے زیادہ دھوپ میں بچاؤ کے لئے سایہ اور آرام دہ (یا تکلیف دہ) چارپائیوں پر مشہور "دودھ پتی" چائے کی مختلف اقسام پیش کرتے ہیں۔

جامشورو اپنے تعلیمی اداروں کے لئے مشہور ہے جن میں مہران یونیورسٹی آف

شہری کی ایک ٹیم نے حیدر آباد کے باشندے اور 'شہری' کے سرگرم کارکن جناب سید غضنفر علی کی دعوت پر کلہوڑوں اور میروں کے قدیم شہر حیدر آباد کا حال ہی میں دورہ کیا۔

انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی' لیاقت میڈیکل کالج اور سندھ یونیورسٹی کیمپس شامل ہیں۔ جامشورو شہر کے مختصر دورے کے بعد "شہری" کی ٹیم کوٹری بیراج (غلام محمد بیراج) پہنچی جو کراچی سے ۱۱۰ میل کے فاصلے پر حیدر آباد کے شمال میں واقع ہے۔

بیراج ۳۰۰ فٹ طویل ہے اور اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ اس میں سے ۸ لاکھ ۷۵ ہزار کیوسکس سیلابی پانی کا ریلہ گزر سکتا ہے۔ اس میں ۶۰ فٹ چوڑے ۴۴ "بے" ہیں جن پر ۲۱ فٹ گہرے گیٹس لگے ہوئے ہیں۔ بیراج میں لاک چینل بھی ہے جس کے ذریعے دریائی آمدورفت کی سہولت فراہم کی گئی ہے اور کشتیوں کے گزرنے کے لئے لاگ چینل پر بنے ہوئے پل کے ایک حصے کو اوپر اٹھایا جاسکتا ہے۔

یہ صوبے کا سب سے بڑا آب پاشی کا منصوبہ ہے۔ اس بیراج سے چار نہریں کلری بگھار' پنیاری' پھلیلی اور لائنڈ چینل نکلتی ہیں اور حیدر آباد شہر سے گزرتی ہیں۔ یہ نہریں حیدر آباد' دادو اور ٹھٹھہ کے اضلاع کو آب پاشی کی سہولتیں فراہم کرتی ہیں۔

بیراج پر ہی مشہور "المنظر ریستوران" واقع ہے جو اپنی مچھلی کی خصوصی ڈشوں کے لئے مشہور ہے۔ یہ کہنا ضروری نہیں کہ یہ انگلیاں چاٹنے والا ذائقہ تھا۔ وہاں سے شہری کی ٹیم اپنی اصل منزل حیدر آباد شہر کے لئے روانہ ہوئی۔ حیدر آباد شہر جس کا نام اس کے بانی حیدر شاہ کلہوڑہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ عظیم دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے جونہی آپ شہر کی حدود میں داخل ہوں شہروں میں آبادی کی منتقلی کے مصائب دور سے ہی نظر آنے لگتے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے پلاٹوں پر فلیٹوں اور پلازوں کی تعمیر کا کام ہر طرف جاری ہے۔ یہ وہ عمل ہے جو کراچی کے شہری ماحول کو پہلے ہی تباہ کرچکا ہے۔ ٹیڑھی میڑھی سڑکوں پر ٹریفک انتہائی غیر منظم ہے۔

نوواردوں کے لئے حیدر آباد کا دورہ مشہور "بمبے بیکری" سے شروع ہوتا ہے۔ ہم نے بھی یہی کیا۔ نوآبادیاتی دور کی سرخ اینٹوں کی یہ عمارت بیکری کے بجائے کوئی ویزا یا امیگریشن آفس معلوم ہوتی ہے اور وہاں کی چہل پہل دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ خاصی دھکم پیل اور افراتفری کے بعد ٹیم کے ارکان چند کوپن حاصل کرسکے جن سے کچھ چاکلیٹ کیک

میروں کے مقبرے

شہری

بی 206 بلاک 2-پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔ پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646
E-mail address:shehri
@onkhura.com
(web site) URL http://www.
onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : انیس ہارون

انتظامی کمیٹی

چیئرپرسن : قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئرپرسن : وکٹوریہ ڈی سوزا
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : اسامی خالی ہے
ارکان : نوید حسین، خطیب احمد

شہری اسٹاف

کوآرڈی نیٹر : سرمنصور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر : محمد ریحان اشرف

شہری ذیلی کمیٹیاں

آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ : رائل آرز دیلی
جمیر ارحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط : حمیر ارحمٰن محسن جعفری، فرحان انور
قانون : قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی
رولینڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا، خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن : زیبولالہ
پروڈکشن : الحریلس کیو نیکیشن

مالی تعاون : فریڈرک نومان فاؤنڈیشن

رکن IUCN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

یہ جان کر افسوس ہوا کہ حیدرآباد کے کئی محلے مثلاً لطیف آباد٬ قاسم آباد٬ گاڑی کھاتہ٬ ہیرآباد وغیرہ لسانی بنیادوں پر تقسیم ہوچکے ہیں

خریدے جاسکے۔

تھکی ماندی لیکن پرعزم ٹیم بیکری سے لطیف آباد ٹاؤن شپ روانہ ہوئی جہاں ہمیں اپنے میزبان کی رہائش گاہ پر ڈیرے ڈالنے تھے۔ راستے کے مناظر بہت افسردہ کردینے والے تھے خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو اس شہر کو ماضی میں بہت صاف ستھرا دیکھ چکے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ سبز پٹیوں کا وجود ہی ختم ہوگیا ہے۔ گلیوں میں ہر طرف کچرہ بکھرا ہوا تھا۔

جب ہم عظیم الشان قلعے حیدرآباد کے قریب سے گزرے تو اس کی موجودہ حالت ناگفتہ بہ تھی۔ یہ جان کر افسوس ہوا کہ حیدرآباد کے کئی محلے مثلاً لطیف آباد٬ قاسم آباد٬ گاڑی کھاتہ٬ پریت آباد٬ ہیرآباد وغیرہ لسانی بنیادوں پر تقسیم ہوچکے ہیں۔ یہ مسئلہ جتنی جلد حل ہوجائے اتنا ہی بہتر ہے۔

کراچی کی طرح میونسپل اور صنعتی استعمال شدہ پانی کو ٹھکانے لگانے کا مسئلہ یہاں بھی درپیش ہے۔ بیشتر سیوریج کا پانی صفائی کے بغیر ہی پنیاری نہر میں بہا دیا جاتا ہے۔

دورے کا ایک اور اہم حصہ شاہی بازار کی سیر تھی۔ یہ تجارتی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ جہاں حیدرآباد شہر کی مشہور دستکاریوں اور مصنوعات دستیاب ہیں۔

اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ شہر کے قدیم حسن کو محفوظ کیا جائے اور شہری ترقیات کے مسائل کو حل کیا جائے۔ حیدرآباد کے محبت کرنے والے اور محنتی شہریوں کو بہتر انتظامیہ کی ضرورت ہے۔

حیدرآباد شہر کے بارے میں

حیدرآباد دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر واقع ہے اور برصغیر کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ اس کی تاریخ زمانہ قبل از اسلام سے شروع ہوتی ہے جب شہر کے نزدیک پہاڑی سلسلے ”گنجو ٹکر“ کو عبادت گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

جو علاقہ اب حیدرآباد کہلاتا ہے۔ کلہوڑہ اور میر حکمران خاندانوں کے زمانے میں اس نے بہت شاندار دور دیکھا ہے۔ ۱۷۶۸ء میں غلام شاہ کلہوڑہ نے حیدرآباد شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ ۱۸۴۳ء تک یہ سندھ کا دارالحکومت رہا جب انگریزوں نے میانی کی جنگ میں تالپور میروں کو شکست دی تھی۔

محل وقوع :

حیدرآباد کے شمال میں ضلع نواب شاہ٬ مشرق میں سانگھڑ اور تھرپارکر کے اضلاع٬ جنوب میں سجاول اور ٹھٹھہ واقع ہیں۔ دریائے سندھ ضلع حیدرآباد کی مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہے۔

صنعت :

حیدرآباد کی صنعتی اور تجارتی سرگرمیوں میں کاٹن٬ جننگ٬ شیشے کا کام٬ چوڑیاں٬ چمڑے کا سامان٬ ٹیکسٹائل٬ سیمنٹ اور بناسپتی گھی کی صنعتیں شامل ہیں۔ حیدرآباد اپنے ریشم٬ سونے اور چاندی کے ورق٬ کشیدہ کاری٬ چوبی فرنیچر٬ کھڈی کی صنعت اور جفت سازی کے لئے بھی مشہور ہے۔

باقی صفحہ ۲۲ پر

کوٹری بیراج

حیدرآباد شہر کے بانیان
کلہوڑوں کے مقبرے

سندھ میں کلہوڑوں کا عروج اٹھارویں صدی کے ابتدائی نصف حصے میں ہوا- اس دور کی سندھ کی تاریخ آویزشوں اور خانہ جنگی سے پر ہے کیونکہ کلہوڑہ حکمران اپنے مخالفین پر اپنا اقتدار مسلط کرنے کی کوشش کر رہے تھے- کلہوڑوں کا دعویٰ تھا کہ وہ حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہیں- کلہوڑا حکمران اپنے نام سے پہلے 'میاں' کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کا مطلب دنیاوی حکمرانوں کے بجائے مذہبی رہنما ہوا کرتا ہے اسی لئے انہیں 'فقیر' بھی کہا جاتا ہے- انہوں نے ۱۷۰۱ء سے ۱۷۸۰ء تک تقریباً ۸۰ سال تک سندھ پر حکومت کی-

کلہوڑہ حکمرانوں کے دور میں سندھ کے عظیم صوفی بزرگ شاہ عبداللطیف بھٹائی بھی گزرے ہیں- سندھ میں اپنی حکمرانی کے ۸۰ برسوں کے دوران کلہوڑوں نے سات مرتبہ اپنا دارالحکومت بدلا جس کی وجوہات سیلاب، سیاسی خطرات اور دریائے سندھ کا اپنا راستہ تبدیل کرنا تھا-

حیدرآباد شہر میں تین بڑے کلہوڑا سردار میاں غلام شاہ کلہوڑا، میاں محمد سرفراز کلہوڑا اور میاں غلام نبی کلہوڑا مدفون ہیں۔

چونکہ کلہوڑا حکمراں ایک جگہ نہیں رہے اس لئے ان کے مقبرے قریب قریب نہیں بلکہ فاصلے پر واقع ہیں۔ ان مقبروں کی سب سے نمایاں خصوصیت کاشی ٹائلوں کا نفیس کام ہے جو سندھی آرٹ اور دستکاری کا بہترین نمونہ ہیں۔

میاں غلام شاہ کے مقبرے اور صحن کے چاروں طرف مٹی کی اونچی اونچی دیواریں اور برجیاں ہیں جن کی وجہ سے یہ کسی حکمراں کی آخری آرام گاہ کے بجائے کوئی فوجی چوکی نظر آتا ہے۔ مزار ایک اونچے چوکور پلیٹ فارم پر تعمیر کیا گیا ہے۔ چار دیواری پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ابوسیدہ ہوتی جارہی ہے۔ مقبرہ ۳۶ فٹ بلند ہے جبکہ پلیٹ فارم ۳ فٹ دس انچ بلند ہے۔

بلند بیرونی دروازہ تین افقی پینلز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر در نسل کبھی رنگین گلیزڈ ٹائلوں سے مرصع تھا جن پر پھولوں کے ڈیزائن بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے کئی ٹائلوں کو اب تک شدید نقصان پہنچ چکا ہے۔ کمرے کی دیواریں کسی زمانے میں پوری طرح آبی رنگوں سے بنے ہوئے نقوش و نگار سے ڈھکی ہوئی تھیں اور جابجا فارسی تحریریں تھیں لیکن اب بہت تھوڑا بچا ہے۔ دیواروں پر کندہ قرآنی آیات بھی اب مدہم پڑ گئی ہیں۔

اس دور کی دیگر یادگاروں کے برعکس میاں سرفراز خان کلہوڑہ کا مقبرہ اب بھی خاصی بہتر شکل میں موجود ہے۔ قبر چونے پتھر سے ایک اونچے پلیٹ فارم پر بنائی گئی ہے (یہ وہی جگہ ہے جہاں اسے بے دردی سے قتل کیا گیا تھا) مقبرے پر آرائشی پینلز بنائے گئے ہیں۔

میاں غلام نبی کلہوڑا کا مقبرہ ہشت پہلو ہے۔ دیوار میں بنی ہوئی ایک سیڑھی چھت تک جاتی ہے جس کا دروازہ جنوب مغربی سمت میں ہے۔ مقبرے کے باہر گلیزڈ ٹائلیں لگائی گئی ہیں جن پر اقلیدی اشکال اور قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں۔

یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ان مشہور اور تاریخی عمارات کو مناسب تحفظ نہیں دیا گیا اور ان مقبروں سے بہت سی قیمتی اشیاء چوری کرلی گئی ہیں جبکہ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ڈھانچے کو بھی خاصا نقصان پہنچ چکا ہے۔

حیدرآباد کے شاندار ماضی کی ان تاریخی یادگاروں کو بحال کرنے کے لئے فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔

تجزیہ

معاشرے کے تمام طبقات کو غیر مسلح کیا جائے

قاضی فائز عیسیٰ

> پچاس برس قبل برصغیر کے مظلوم عوام نے آزادی مانگی تھی - عدم مساوات سے آزادی' بربریت سے آزادی' ظلم و جبر سے آزادی - اگرچہ ہم نے غیرملکی حکمرانوں سے آزادی حاصل کرلی' لیکن اب ہم ایک اور جابر کے غلام بن گئے ہیں-- یہ جابر اور بھی زیادہ خطرناک ہے اور زیادہ نقصان پہنچا رہا ہے کیونکہ یہ کوئی باہر والا اور اجنبی نہیں - بلکہ ہم میں سے ہی ایک ہے یہ جابر وہ شخص ہے جو بندوق یا دوسرے اسلحے کا استعمال کرکے قوت کا اظہار کرتا ہے

ہمارا معاشرہ اب ایک ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے جہاں اب اس بات پر مباحثہ ناگزیر ہوگیا ہے کہ ہمارا سماجی ماحول اب ہر قسم کے اسلحہ سے پاک ہونا چاہئے۔ رواداری کی اقدار کو فروغ دینے' تنازعات اور مسائل کے تصفیے کے لئے بحث و استدلال کو بطور اصول اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی' اختلاف رائے کا حق دینے کی اجازت' معاشرے میں کثرت وجود کے تحفظ اور جمہوریت کی کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات کو بلا استثناء غیر مسلح کردیا جائے۔ فرد کی اظہار کی آزادی ہی دراصل آزاد معاشرے کی روح ہوتی ہے۔ ہمارے آئین نے اس بنیادی حق پر کوئی ناجائز قدغن نہیں لگائی ہے۔ دستور کا آرٹیکل ۱۹ واضح طور پر کہتا ہے کہ "ہر شہری کو تقریر اور اظہار کی آزادی کا حق حاصل ہوگا" لیکن ہمارے اس بنیادی حق کو دبایا جارہا ہے۔ کسی بھی عدم مساوات اور ناانصافی کے خلاف شہریوں کے احتجاج کو خاموش کرانے کے لئے بندوق استعمال کی جارہی ہے۔ مثال کے طور پر کراچی میں غیر قانونی عمارتوں اور منصوبے کے بغیر تعمیرات ایک سنگین مسئلہ ہیں۔ "شہری" نے کئی مواقع پر اس سلسلے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اگر اخبارات پر نظر ڈالیں تو ایسی کئی مثالیں نظر آئیں گی۔ ایسا ظلم اب فوری طور پر بند ہونا چاہئے ورنہ ہمارے معاشرے میں انحطاط اور زوال کا عمل جاری رہے گا۔

سب سے زیادہ نقصان دہ بیماری جو ہمارے معاشرے کو بتدریج تباہ کررہی ہے وہ فرقہ واریت ہے۔ یہ کوئی نئی بیماری نہیں ہے۔ اس کی جڑیں ماضی میں بہت گہری دفن ہیں۔ لیکن حال ہی میں فرقہ وارانہ بنیادوں پر قائم گروپوں کے ہاتھوں میں جدید اسلحہ آجانے سے ان کی قوت اور صلاحیت بڑھ گئی ہے۔ یہ فرقے نفرت سے تحریک پاتے ہیں اور تشدد کو تنازعات طے کرنے کا ذریعہ مانتے ہیں یہ وہ اسلام ہرگز نہیں ہے جس میں تمام مسلمان برابر ہیں۔ یہ تو محض لوگوں کے ایک گروہ کی کج فہمی ہے جو ہمارے معاشرے کے ہر گوشے میں اپنے بازو پھیلا رہی ہے۔ اسے کیسے روکا جائے؟

سب سے پہلے تمام گروپوں کو غیر مسلح کیا جائے جن میں فرقہ وارانہ گروپ بھی شامل ہیں۔ آزادی اسی صورت میں پھولتی پھلتی ہے جب مذہب فعال ہو اور اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ خدا کے دیئے ہوئے قانون کی پابندی کی جائے۔

ایک اور برائی جو ہمارے پرامن وجود کے لئے مہلک دشمن ثابت ہورہی ہے نسل پرستی ہے۔ آزادی کے وقت بھی پاکستان کئی نسلی برادریوں پر مشتمل تھا ہونا تو یہ تھا کہ قیام پاکستان کے بعد سب نسل پرستی کو بھول کر پاکستانی بن جاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوسکا کیونکہ نسل پرستی سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا تھا۔ ان افراد یا گروپوں نے خود کو اپنی اپنی نسلی برادری کا سرپرست و محافظ مقرر کرلیا' ایسے تمام سرپرستوں کو فوری طور پر غیر مسلح کیا جائے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے بچے بندوقوں سے کھیلتے ہوئے بڑے ہوں۔

ایک منصفانہ معاشرے میں پولیس اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں' شہریوں کے بنیادی حقوق اور قانون کے تحفظ کے لئے بنیادی لازمہ ہوتی ہیں تاہم پاکستان میں صورت حال اس گہرائی تک بگڑ ہے کہ پولیس حکومت کا وہ محکمہ بن گئی ہے جو سب سے زیادہ بدانتظامی کا شکار ہے۔ بعض اوقات پولیس والے یہ تصور کرنے لگتے ہیں کہ وہ ہر قانون سے بالاتر ہیں اور عوام کی خدمت کرنے کے بجائے انہیں دہشت زدہ کرتے ہیں ایسے مواقع پر ان کا سب سے بڑا ہتھیار اسلحہ کی نمائش اور اس کا استعمال ہوتا ہے۔

آج ہم اپنے گھروں میں بھی اور پبلک مقامات پر بھی غیر محفوظ ہیں۔ تشدد کا کلچر فروغ پارہا ہے۔ ہم ہنگاموں اور قتل کے

باقی صفحہ ۱۲ پر

وقت کا مسئلہ

رولینڈ ڈی سوزا

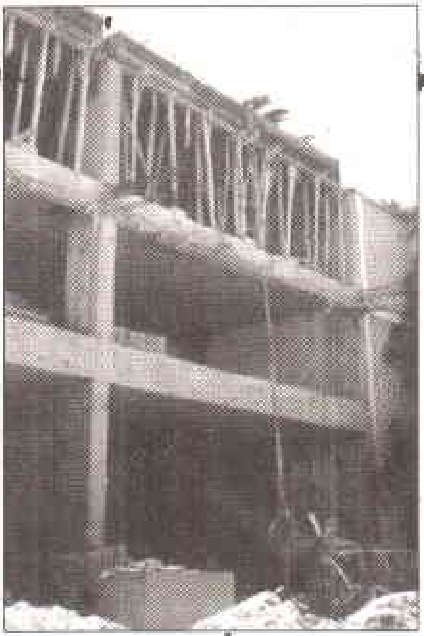

غیرقانونی تعمیرات

دولت کمانے کی بے لگام روش

کراچی کی آبادی میں ہر ماہ پچاس ہزار نفوس کے اضافے کو روکا جائے

"کراچی بلڈنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ رولز ۱۹۷۹ء" اور "سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس ۱۹۷۹ء" کو حقارت کے ساتھ نظر انداز کردینے کے نتائج تباہ کن ثابت ہورہے ہیں اور یہ پاکستان کے آئین کے تحت شہریوں کو زندہ رہنے کا جو حق دیا گیا ہے اس کی بھی خلاف ورزی ہے۔ بنیادی سہولتوں پر زبردست دباؤ' سڑکوں اور کھلی جگہوں پر ناجائز تجاوزات' فضائی آلودگی' امن و امان کے مسائل یہ سب عوامل مل کر ایک ایسی انتشار کی کیفیت پیدا کررہے ہیں جو آج ہم ہر طرف دیکھ رہے ہیں۔

بلڈرز اور ان کے سرمایہ کاری کرنے والے پارٹنرز کا مطمح نظر "بے گھر افراد کے لئے گھر" نہیں بلکہ دولت اور منافع کمانے کی بے لگام خواہش ہے۔

عدالتوں کا کردار

شہری یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے سلسلے میں دو شعبوں میں عدالتیں مدد کرسکتی ہیں:

۱) ججوں کو اس مسئلے کی جزئیات اور تفصیلات کے بارے میں اپنے علم و آگہی میں اضافہ کرنا چاہئے تاکہ قانونی عمل کے غلط استعمال کو روکا جاسکے۔ بلڈرز مافیا عدالتی احکامات کو اپنی غیرقانونی تعمیراتی سرگرمیوں کو تحفظ دینے کے لئے استعمال کرتی ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل تجاویز پر غور کیا جانا چاہئے۔

(الف) عوام کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس کے تحت کے بی سی اے کی نگرانی کے بغیر کوئی تعمیرات نہیں کی جاسکتیں۔ اس طرح اس قانونی ادارے کو تعمیراتی کام میں مداخلت کرنے سے نہیں روکا جاسکتا (حد تو یہ ہے کہ منظور شدہ نقشے کی حد تک اسٹیٹس کے احکامات کو بھی غلط استعمال کیا جارہا ہے)

(ب) تنازعہ میں اگر بظاہر مزید تحقیقات کی ضرورت ہو تو اسٹیٹس کو آرڈر جاری کیا جاسکتا ہے تاہم عدالت کو اس امر کو یقینی بنانا چاہئے کہ حکم امتناعی پر مندرجہ ذیل طریقے سے پوری طرح عمل ہو۔

○ بلڈر کو خاص طور پر ہدایت کی جائے کہ وہ مزید تعمیرات نہ کرے

○ اسے کہا جائے کہ وہ پیشگی طور پر ایسی تصاویر پیش کرے جس سے تعمیرات کی موجودہ سطح کو ثابت کیا جاسکے

○ تمام حقائق کا تعین کرنے کے لئے ایک کمشنر مقرر کیا جائے

> **کراچی شہر میں حکومتی اداروں' بیوروکریٹس' سیاستدانوں اور جرائم پیشہ افراد کے سرگرم گٹھ جوڑ سے قوانین کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے نئے پیمانے پر غیرقانونی تعمیرات کے ذریعے شہر کے تعمیراتی ماحول کو بتدریج تباہ کیا جارہا ہے--**

○ کے بی سی اے کو ہدایت کی جائے کہ اگر اسٹیٹس کی خلاف ورزی کی جائے تو وہ فوری طور پر عدالت کو مطلع کرے

○ ضلعی انتظامیہ اور پولیس کو ہدایت کی جائے کہ وہ عدالتی احکامات پر عملدرآمد کی مانیٹرنگ کریں۔

(ج) عدالت کی جانب سے کے بی سی اے کو واضح طور پر مطلع کیا جائے کہ اس کی حیثیت کے بارے میں کوئی حکم امتناعی نہیں ہے وہ قانون اور اپنے اختیارات کے تحت ہروقت کارروائی کرسکتی ہے اور اگر بظاہر اس کے قانونی فرائض اور عدالتی احکامات کے درمیان کوئی تضاد نظر آئے تو عدالت کی جانب سے اس کی فوری وضاحت ہونی چاہئے۔

(د) چونکہ کے بی سی اے اور تعمیرات سے متعلق معاملات عوامی مفادات کے امور ہیں' لہٰذا کارروائی جلد ازجلد ہونی چاہئے' کیونکہ تاخیر سے صورت حال خراب ہوگی اور انصاف کا مقصد ختم ہوجائے گا۔

(ہ) متعلقہ شہریوں اور این جی اوز کو معاون کی حیثیت سے عدالت کی مدد کرنے کی دعوت دی جائے' (خاص طور پر ایسے کیسز کے لئے ہفتے یا پندرہ دن میں ایک باقاعدہ دن مقرر کردیا جائے)

۲) عدالتیں اس امر کو یقینی بنائیں کہ سرکاری ادارے (کے ڈی اے' کے بی سی اے' ڈویژنل اور ضلعی انتظامیہ' پولیس' ضلعی رجسٹرار' لیزر اور یوٹیلٹی کے ادارے کے ای ایس سی' کے ڈبلیو ایس بی' ایس ایس جی سی ایل' پی ٹی سی ایل وغیرہ)

تعمیراتی ماحول کے سلسلے میں اپنے قانونی فرائض انجام دے رہے ہیں اور غیر قانونی تعمیرات کی حوصلہ افزائی نہیں کر رہے ہیں۔

قانون کی بالادستی برقرار نہ رکھنے والے حکام یا عدالتی احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے افسران کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔

جب تک موجودہ افسوس ناک صورت حال خاصی حد تک بہتر نہ ہوجائے اور بیک لاگ ختم نہ ہوجائے عدالتوں کو (ہائی کورٹ کے ممبر انسپکشن ٹیم کی مدد سے) باقاعدگی کے ساتھ مذکورہ اداروں کی کارکردگی کا معائنہ کرتے رہنا چاہئے خصوصاً"

(الف) کے بی سی اے اور تعمیرات سے متعلق مقدمات کی ضلعی عدالتوں اور ہائی کورٹ میں پیروی

(ب) ایس بی سی او کے تحت فوجداری کارروائی کی پیروی

(ج) ناجائز تعمیرات کا انہدام

(د) غیر قانونی تعمیرات میں یوٹیلٹی کنکشنز کا انقطاع

(ہ) لیزر کی جانب سے لیز کی منسوخی

کے بی سی اے کا کردار

شہر کے تعمیراتی ماحول کو کنٹرول کرنا بنیادی طور پر کے بی سی اے کی ذمہ داری ہے' دوسرے حکومتی ادارے محض امدادی کردار ادا کرتے ہیں۔

کے بی سی اے کے افسران کی صفوں میں کرپشن کی وجہ سے ہی غیر قانونی تعمیرات کی شکل میں "سونے کی کان" کھل گئی ہے اور اب ایک "گولڈ رش" دکھائی دیتا ہے۔ اس لوٹ مار میں دوسرے سرکاری افسران' سول انتظامیہ کے حکام' یوٹیلٹی کمپنیوں اور پولیس کے حکام' وزراء' سیاست دان غرض کہ ہر شخص اپنا اپنا حصہ چاہتا ہے۔

شہری اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کرتے ہیں۔

۱) کے بی سی اے فوری طور پر غیر قانونی عمارتوں کے تمام غیر قانونی حصے مکمل طور پر نیلام کردے۔ عمارت میں صرف دو تین سوراخ کردینے سے مقصد پورا نہیں ہوگا بلکہ "نورا کشتی" میں اور اضافہ ہوگا۔

۲) عمارت سربمہر کرنے سے مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ کے بی سی اے' ضلعی انتظامیہ اور پولیس سیل توڑنے پر کوئی کارروائی نہیں کرتے ناجائز تعمیرات بالآخر بحال ہوجاتی ہیں۔ سربمہر کرنے کے عمل کو انہدام کا متبادل نہ بنایا جائے۔

۳) کے بی سی اے غیر قانونی تعمیرات

> تعمیرات میں قانونی خلاف ورزی سے بنیادی سہولتوں پر دباؤ' سڑکوں اور کھلی جگہوں پر ناجائز تجاوزات' فضائی آلودگی اور امن و امان کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں

میں ملوث مندرجہ ذیل لوگوں کے خلاف ایس بی سی او ۹۷ کے تحت فوری اور سخت قانونی کارروائی کرے۔

- بلڈرز اور مالکان
- آرکیٹیکٹس اور انجینئرز
- غیر قانونی قابضین
- گٹھ جوڑ کرنے والے کے بی سی اے کے افسران

اور انہیں اور بلڈرز کو دو سال قید کی سزا دینے کا مطالبہ کرے اس وقت جن چند مقدمات کا فیصلہ ہوا ان میں صرف ۲۰ ہزار روپے کا مضحکہ خیز جرمانہ کیا گیا۔ کیسز احتساب کمشنر کو بھی بھیجے جائیں۔

۴) کے بی سی اے ہر مہینے انگریزی' اردو اور گجراتی کے ممتاز اخبارات میں ایک مرتبہ نمایاں طور پر اشتہار شائع کرائے جس میں غیر قانونی طور پر تعمیر کی جانے والی کثیر المنزلہ عمارتوں کی فہرست ہو تاکہ عوام کو معلومات اور انتباہ ہو۔ (نجی مکانات میں چھوٹی موٹی خلاف ورزیوں کی فہرست دینے کی ضرورت نہیں)

- سوک سینٹر گلشن اقبال میں کے بی سی اے کے "پبلک انفارمیشن کاؤنٹر" سے منظور شدہ نقشوں کی تفصیلات اور نقول دستیاب ہوں گی۔
- کہ وہ ان تعمیراتی منصوبوں میں رقم نہ لگائیں جن کے لئے کے بی سی اے نے باقاعدہ این او سی جاری نہ کیا ہو۔
- کہ کے بی سی اے کے جاری کردہ باقاعدہ تکمیل اور قبضے کے سرٹیفکیٹ کے بغیر عمارت کا قبضہ لینا تعزیری جرم ہے۔

۵) کے بی سی اے ہر ماہ ضلعی عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کے بارے میں ہائی کورٹ کو مکمل گوشوارہ پیش کرے۔ فضول مقدمے بازی اور عدالتی احکام کی غلط توضیح اور استعمال کو کم کرنے کے لئے کے بی سی اے اہل وکلاء کی خدمات حاصل کرے۔

۶) کے بی سی کے جو افسران غفلت یا بدعنوانی کے مرتکب ہوں ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جائے اور انہیں ملازمت سے برطرف کیا جائے۔ ان کے خلاف ایس بی سی او ۹۷ کے تحت فوجداری کارروائی بھی کی جائے۔

۷) کے بی سی اے' عدالتوں کی مدد کرنے اور صحیح حقائق پیش کرنے کے لئے پہلی یا دوسری پیشی پر اپنے سینئر افسران (ڈی سی یا سی او بی) کو بھیجے۔ (یہ اس صورت میں اور بھی موثر ہوگا جب ہفتہ وار بنیاد پر غیر قانونی تعمیرات کے مقدمات کی سماعت کے لئے "گرین بینچ" مقرر کئے جائیں)

کے بی سی اے موجودہ خطرناک صورت حال کو موثر طور پر کنٹرول کرسکتی ہے (جیسا کہ فی الوقت ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کررہی ہے اور موجودہ رجحان قطعی طور پر الٹا ہوسکتا ہے بشرطیکہ حکومت مطلوبہ سیاسی عزم کا مظاہرہ کرے)

دوسرے قانونی اداروں اور یوٹیلٹی ایجنسیوں کا کردار

اس کھیل کے دوسرے کھلاڑی بھی مسائل ٹھیک کرنے میں بہت کچھ کرسکتے ہیں' اس ضمن میں شہریوں کی تجویز ہے کہ

۱) ضلعی انتظامیہ اور پولیس عدالتی احکامات پر عملدرآمد کی سختی سے نگرانی کریں۔ بلڈرز کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے عدالتی احکامات کی غلط توضیح کا خاتمہ کیا جائے اور کے بی سی اے کو فوری اور موثر امداد فراہم کی جائے۔

۲) کے بی سی اے جب کسی عمارت کو غیر قانونی قرار دے تو یوٹیلٹی کمپنیاں فوری طور پر سپلائی منقطع کردیں۔ خاص طور پر بجلی منقطع کرنے سے بہت فرق پڑے گا۔ کے ای ایس سی کو ایسے بلڈرز اور قابضین کے خلاف قانونی کارروائی کرنی چاہئے جو "کنڈہ" استعمال کرتے ہوں۔ کے ای ایس سی' ایس ایس جی سی ایل' کے ڈبلیو ایس بی اور پی ٹی سی ایل باقاعدگی سے ڈس کنکشن کے بارے میں ہائی کورٹ کو ماہانہ رپورٹ بھیجیں۔

۳) لینڈ لیزر (کے ایم سی، بورڈ آف ریونیو، کے ڈی اے، پی ای سی ایچ ایس اور ہاؤسنگ سوسائٹیاں) تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزی پر فوری طور پر لیز کی شرائط کے مطابق لیز منسوخ کردیں۔ منسوخی کے بارے میں باقاعدگی سے ہائی کورٹ کو ماہانہ رپورٹ بھیجی جائے۔

حرف آخر

پاکستان کے نظام میں تبدیلی کی تازہ ہوا چل رہی ہے۔ شہری اپنے حقوق اور ذمہ داریوں سے زیادہ آگاہ ہورہے ہیں وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اس شہر کے مالک شہری ہی ہیں اور وہی وزراء، ارکان قومی اسمبلی، بیوروکریٹس اور دوسرے سرکاری حکام کی تنخواہیں ادا کرتے ہیں جن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کی املاک اور ان کے حقوق کی حفاظت کریں۔

اس کے ساتھ ہی تمام شہریوں کو اس بات کا بھی احساس ہونا چاہئے کہ مذکورہ بالا کا تعلق اس مسئلے کی صرف ایک علامت سے ہے جو کراچی شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ یعنی بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ، حکومت سندھ کو ہنگامی بنیادوں پر اس مسئلے کے اسباب سے نمٹنا چاہئے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ

○ کراچی کی آبادی میں ہر ماہ ۵۰ ہزار نفوس کے اضافے کو کم کیا جائے اور دیہی علاقوں سے آبادی کی شہروں کو منتقلی کم از کم پچاس فیصد کم کی جائے۔

○ شہر کی آبادی میں اضافے کے پیش نظر مضافات میں زمینوں اور رہائشی سہولتوں کو ترقی دی جائے، اندازہ ہے کہ ۲۰۱۵ء تک اس میگا پولس کی آبادی ۲۰ء۵ ملین ہوجائے گی۔

○ مناسب بنیادی سہولتوں (پانی، بجلی، سیوریج، کچرہ اٹھانے، اسکول، پارک، ہسپتال وغیرہ) کو مضافاتی علاقوں بشمول کے ڈی اے اسکیم نمبر ۳۳، ۳۶ اور نارتھ کراچی میں بھی ترقی دی جائے تاکہ اندرون شہر پر آبادی کا دباؤ کم ہو۔

○ ایک موثر ٹرانسپورٹ کے نظام کو ترقی دی جائے (جس میں ماس ٹرانزٹ، ناردرن اور سدرن بائی پاس اور مناسب بس اسٹینڈ بھی شامل ہوں) تاکہ مضافاتی علاقوں کو اور زیادہ پر کشش بنایا جاسکے۔

○ اندرونِ شہر جو گودام اور منڈیاں گنجانی کا سبب بن رہی ہیں انہیں بائی پاس پر منتقل کیا جائے۔

حکومت ان مسائل کا حل تلاش کرے اور مناسب ترقیاتی پروگرام بنائے اور قانون سازی کرے۔ شہریوں اور پریشر گروپس کو چاہئے کہ وہ حکومت کو ایسا کرنے کے لئے مجبور کریں۔

(رولینڈ ڈی سوزا الیکٹریکل انجینئر اور شہری برائے بہتر ماحول کی لیگل سب کمیٹی کے رکن ہیں)

شہری فوٹو البم

ہماری نئی نسل میں ماحولیاتی شعور بڑھ رہا ہے

ایک پارک میں تجاوزات

پیدل سڑک پار کرنے کے لئے بنائے گئے پل زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئے

اسپتالوں کے فضلہ کو ٹھکانے لگانے کا نامناسب طریقہ باعث تشویش ہے

تبصرہ

ثناء اے منہاس

وہ شہری جو ناجائز تعمیرات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اپنے ماحولیاتی مسائل کا مداوا چاہتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب ماحولیاتی [illegible] ناجائز تعمیرات [illegible] منصوبے پر چیلنج کیا جاتا ہے تو عدالتیں صرف [illegible] ہونے والے "ماحولیاتی [illegible]" [illegible] کا نوٹس لیتی ہیں

شہری مسائل کا مداوا

عدالتوں کو سبز بنانا ضروری ہے

مسلسل غربت نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ماحولیاتی ابتری سے متاثر ہونے والے لوگ اکثر دوسرے ہوتے ہیں جبکہ ترقیاتی سرگرمیوں سے فائدہ اٹھانے والے اور ہیں

اب تک ہم نے صرف مخالف گواہوں کے بارے میں سنا ہے لیکن مخالف جج؟ یہ ایک قطعی مختلف مسئلہ ہے جس پر قابو پانا خاصا دشوار ہے۔ پائیدار ترقی' ماحولیاتی قانون یا ماحولیاتی انحطاط' فضا' شور اور پانی کی آلودگی یہ سب نعرے کی حد تک اچھے لگتے ہیں لیکن اس لغات کی ابتدائی تعریف کیا ہے۔ قانون کے طلبہ کی تو بات جانے دیجئے' اس پر بھی بڑے اطمینان کے ساتھ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ بینچ کے ارکان بھی اس سے بے خبر ہیں۔ اس سے اس منطق کی نفی ہوتی ہے کہ ہو سکتا ہے وہ کسی ایسی چیز کو روک دیں یا اجازت دے دیں جس کے بارے میں وہ خود کچھ نہیں جانتے۔

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ ماحول کا رشتہ معاشیات سے جڑا ہوا ہے۔ ماحول کے تحفظ کا مطلب ترقی یا عدم ترقی کے درمیان انتخاب نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ترقی کیسے کی جائے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ماحولیاتی انحطاط کے تدارکی اقدامات کی لاگت' احتیاطی تدابیر کی لاگت سے زیادہ ہوتی ہے۔

معاشی سرگرمیوں کے فوائد میں اکثر مبالغہ آرائی کی جاتی ہے اور ماحولیاتی نقصان کی لاگت کو نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ اس سے ہم میں یہ غلط ذہنی رویہ پیدا ہوتا ہے کہ ماحولیاتی وسائل "مفت" دستیاب ہیں اور ان سے کوئی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے مسلسل غربت نے اب یہ بات ثابت کردی ہے (جیسا کہ تیسری دنیا کے تمام ملکوں میں ہو رہا ہے) کہ ماحولیاتی ابتری سے متاثر ہونے والے لوگ اکثر دوسرے ہوتے ہیں جبکہ ترقیاتی سرگرمیوں سے فائدہ اٹھانے والے اور ہیں۔

ہمارے جیسے ملک میں جہاں آئین خصوصی طور پر صاف ستھرے ماحول کی ضمانت نہیں دیتا۔ موجودہ بنیادی حقوق کو اور زیادہ "سبز" بنانے کی ضرورت ہے (جیسا کہ بھارت میں کیا گیا حالانکہ یہ ریاست اور شہریوں کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ ماحول کا تحفظ کریں۔)

اگر ہمارے صحت مند ماحول کے حق والا یہ کام ایسے لوگوں کے سپرد کیا جائے جو اس کام کے لئے مناسب بھی نہ ہوں اور انہیں اس کی تربیت بھی نہ ہو تو اس سے فائدہ پہنچنے کے بجائے مزید تباہی پھیلے گی۔ لہٰذا ان حقوق کو سبز (گرین) بنانے سے قبل ذہنوں کو سبز (گرین) بنایا جائے

شہری کی رکن کے لئے اعزاز

ثناء منہاس "شہری" کی رکن اور پیشے کے اعتبار سے وکیل ہیں۔ وہ حال ہی میں میرٹ کے ساتھ ایک سالہ اسکالرشپ پروگرام مکمل کرکے برطانیہ سے واپس آئی ہیں اس کے علاوہ انہیں دو باوقار بریٹینیا پریمیئر ایوارڈ ۱۹۹۶/۹۷ء سے بھی نوازا گیا ہے۔ یہ ایوارڈز پانے والوں کا انتخاب ان کے شاندار تعلیمی ریکارڈ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور اس بات کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے کہ ایوارڈ ہولڈرز برطانیہ سے اپنے وطن واپس آکر کتنا اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

ثناء اکرم منہاس اس وقت شہر کے ایک مشہور وکیل کی معاون کے طور پر کام کررہی ہیں۔ ان کی دلچسپی کا اہم شعبہ دستوری قانون اور خصوصیت کے ساتھ ماحولیاتی قانون ہے۔ شہری اپنی قابل قدر رکن کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور مستقبل میں اپنی تمام کاوشوں میں ان کی کامیابی کے لئے دعاگو ہے۔

شاہ محمد مصباح

تنظیمی جائزہ

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کا کردار

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے اختیارات اور عملدرآمد کے طریق کار کے بارے میں کئی غلط فہمیاں ہیں جن کی وضاحت کی ضرورت ہے تاکہ شہری "کے بی سی اے" کے کردار کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

تین شعبوں کی وضاحت کرنا لازمی ہے۔

- کے بی سی اے کے اختیارات
- عملدرآمد میں مشکلات
- بہتری کے لئے تجاویز

کے بی سی اے کے اختیارات

مقاصد :

منصوبہ بندی میں باقاعدگی پیدا کرنا
تعمیراتی معیار میں باقاعدگی
تعمیراتی کنٹرول میں باقاعدگی
وصول کی جانے والی قیمتوں میں باقاعدگی
پلاٹوں اور بلڈنگوں کی فروخت کی پلبسٹی میں باقاعدگی پیدا کرنا
خطرناک اور خستہ حال عمارتوں کے انہدام میں باقاعدگی

مذکورہ بالا مقاصد پر عملدرآمد کے اختیارات

سیکشن ۔ ۵ = پلاٹوں کی فروخت
سیکشن ۔ ۶ = نقشوں کی منظوری
سیکشن ۔ ۷ = ناجائز تعمیرات کے انہدام کے اختیارات
سیکشن ۔ ۸ = پیشہ ور افراد کو لائسنس کا اجراء
سیکشن ۔ ۹ = بلڈرز اور ڈیولپرز کو لائسنس کا اجراء
سیکشن ۔ ۱۱ = عمارتوں اور پلاٹوں کا بامجاز معائنہ
سیکشن ۔ ۱۲ ۔ ۱۳ = این او سی جاری کرنے کے اختیارات اور قیمت فروخت میں باقاعدگی پیدا کرنا
سیکشن ۔ ۲۱ ۔ ۱۷ = کے تحت اتھارٹی کو سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے قواعد و ضوابط مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

مشکلات اور رکاوٹیں

بظاہر تو مذکورہ بالا اختیارات مطلق اختیارات معلوم ہوتے ہیں لیکن عملدرآمد کے دوران بعض مشکلات اور رکاوٹیں درپیش آتی ہیں جو یہ ہیں:

- مقامی انتظامیہ ' پولیس اور یوٹیلٹی سروسز کی جانب سے عدم تعاون
- خلاف ورزی کرنے والوں کے حق میں آئے دن حکم امتناعی کا اجراء
- عدالتی احکامات کا غلط استعمال
- سیاسی مداخلت
- مختلف دفاتر مثلاً بورڈ آف ریونیو ' کے ایم سی ' کے ڈبلیو ایس بی ' کے ای ایس سی وغیرہ کے درمیان رابطہ نہ ہونا
- بلڈنگ کنٹرول کے فرائض مختلف ایجنسیوں کے پاس ہونا جن کے تعمیراتی قوانین یکساں نہیں ہیں۔

اصلاح کے لئے تجاویز

حالیہ مہینوں میں کچھ اصلاحات پہلے ہی کی جاچکی ہیں۔ بلڈنگ کنٹرول کے سلسلے میں سخت کنٹرول اور موثر اقدامات

- پلنتھ لیول این او سی
- منصوبے کی تشہیر اور فروخت کے بارے میں کے بی سی اے کی باقاعدہ منظوری عوام کے علم میں لائی گئی ہے اور کارکردگی کو شفاف بنایا گیا ہے۔
- عدالتوں خصوصاً ہائی کورٹ میں کارکردگی کو بہتر بنایا گیا اور مختصر مدت میں خاصے بہتر نتائج حاصل کئے گئے
- عدالتی احکامات کے مطابق انہدام اور سربمہر کرنے کی کارروائیاں کی گئیں۔
- کے بی سی اے میں انتظامیہ کی تنظیم نو کی گئی ہے جس میں عملے کے خلاف تعزیری کارروائی بھی کی گئی ہے۔ ۲۲۹ معطل کئے جانے والوں میں سے ۱۴ کے خلاف اب بھی تحقیق جاری ہے۔
- غلط کار پروفیشنلز اور بلڈرز کے لائسنسوں کی منسوخی

مزید اصلاح کے لئے تجاویز

- ایس بی سی او ۷۹ اور قواعد میں ترمیم (پہلے ہی کام جاری ہے)

یوٹیلٹی سروسز کے ساتھ رابطہ

- کے بی سی اے کی جانب سے کسی عمارت کو غیرقانونی یا ناجائز قرار دیئے جانے کے بعد کوئی یوٹیلٹی سروس فراہم نہ کی جائے
- این او سی یا عارضی کنکشن میں صرف اسی مدت کے لئے توسیع کی جائے جو بلڈرز کو دی گئی ہو۔
- باقاعدہ کنکشن صرف اسی صورت میں پندرہ دن میں دیئے جائیں جب تکمیلی پلان یا این او سی کی صورت میں این او سی دے دیا جائے۔
- رجسٹریشن کے قانون میں تبدیلی اور

باقی صفحہ ۲۲ پر

شہری کی سرگرمیاں

رولینڈ ڈی سوزا، اردشیر کاؤس جی، جسٹس صبیح الدین احمد اور قاضی فائز عیسیٰ خطاب کر رہے ہیں

قانون اور کراچی میں غیر قانونی تعمیرات!

شہریوں کو چاہئے کہ کے بی سی اے، کے ڈی اے، انتظامیہ یا عدالتوں پر ذمہ داری ڈالنے کے بجائے خود متعلقہ قوانین کے بارے میں آگہی کا مظاہرہ کریں

"شہری" نے گزشتہ دنوں مقامی ہوٹل میریٹ میں فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے ایک سیمینار منعقد کیا۔ سیمینار کا موضوع "قانون اور کراچی میں غیرقانونی تعمیرات" تھا۔ سیمینار کی صدارت مسٹر جسٹس صبیح الدین احمد نے کی۔ اپنی صدارتی تقریر میں انہوں نے کہا کہ شہر میں تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزی استثناء کے بجائے عام معمول بن چکی ہے۔ شہریوں کو چاہئے کہ کے بی سی اے، کے ڈی اے، شہری انتظامیہ یا عدالتوں پر ذمہ داری ڈالنے کے بجائے خود متعلقہ قوانین کے بارے میں شعور اور آگہی کا مظاہرہ کریں تاہم انہوں نے کہا کہ کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے محکمہ قانون کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

جسٹس صبیح الدین نے ماحولیاتی انحطاط کے خلاف جدوجہد میں اعلیٰ عدالتوں کے کردار کی تعریف کی اور اس بات پر زور دیا کہ آئندہ بھی جج صاحبان اس سلسلے میں زیادہ کڑی نظر رکھیں۔

اس سے قبل "شہری" کے چیئرمین قاضی فائز عیسیٰ نے افتتاحی کلمات کے ساتھ بیرسٹر نعیم الرحمان کو اپنا مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے کراچی میں غیرقانونی انداز میں بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس ضمن میں عام شہریوں اور وکلاء کے درمیان زیادہ آگہی کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے اور شہر کے مفادات کی بہتر انداز میں نگہبانی کر سکیں۔ انہوں نے بلڈرز کی جانب سے افتتاحی احکامات حاصل کرکے اور پھر اپنی غیرقانونی تعمیراتی سرگرمیاں جاری رکھنے کے طریقے کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور زور دیا کہ قانون کا نفاذ سختی سے ہونا چاہئے اور قانون کی مناسب وضاحت ہونی چاہئے۔

انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ججوں اور وکلاء کے کام کا

شہری کے سیمینار کے شرکاء

سیمینار کے شرکاء

جناب نعیم الرحمٰن

ججوں اور وکلاء کے کام کا معیار گرتا جارہا ہے جس کی وجہ سے حصول انصاف میں دشواریاں پیش آرہی ہیں

معیار بھی گرتا جارہا ہے جس کی وجہ سے حصول انصاف میں دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ انہوں نے حکومت اور نوکرشاہی کاموں کو زیادہ شفاف بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ بیرسٹر نعیم الرحمان نے کہا کہ غیرقانونی تعمیرات کی وجہ سے شہری سہولتوں کے نظام پر زبردست دباؤ پڑ رہا ہے۔ انہوں نے فلاحی پلاٹوں پر بلند عمارتیں تعمیر کرنے کی بھی مذمت کی۔

کے ڈی اے اور کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل شاہ محمد مصباح نے اپنے مقالے میں کے بی سی اے کے کردار پر روشنی ڈالی انہوں نے ادارے کے اغراض و مقاصد اور قانونی اور انتظامی اختیارات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ کے بی سی اے کے کام میں کئی دشواریاں حائل ہیں جن میں مقامی کامیہ اور خدمات فراہم کرنے والے اداروں کا عدم تعاون' غلط کام کرنے والوں کے حق میں امتناعی احکامات کا اجراء' عدالتی احکامات کا غلط استعمال' سیاسی مداخلت اور مختلف اداروں کے درمیان رابطے کا فقدان شامل ہیں۔ انہوں نے کے بی سی اے کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے مختلف اقدامات کی بھی تفصیلات بتائیں۔

شہری کے رکن مسٹر رولینڈ ڈی سوزا نے تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اس بحران کے خاتمے کے سلسلے میں عدالتیں' کے بی سی اے اور دیگر ادارے کیا ممکنہ تعمیراتی کردار ادا کرسکتے ہیں۔ انہوں نے "شہری" کی جانب سے متعدد تجاویز پیش کیں۔

کمشنر کراچی ڈویژن' میرحسن علی نے زور دیا کہ کے بی سی اے کے کردار کو زیادہ شفاف بنایا جائے اور اس کا احتساب کیا جائے انہوں نے اس سلسلے میں "شہری" کے کردار کو سراہا۔

ایسوسی ایشن آف بلڈرز اینڈ ڈویلپرز کے نمائندے فردوس شمیم نے اس مسئلے کے بارے میں بلڈرز کا موقف پیش کیا۔ انہوں نے تعمیراتی قوانین میں مناسب ترامیم کا مطالبہ کیا اور انہیں زمینی حقائق سے متعلق بنانے پر زور دیا' انہوں نے کہا کہ سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعے قوانین کو جھکانے کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔

مہمان خصوصی جناب آردشیر کاؤس جی نے اس بات کو سراہا کہ موجودہ ڈی جی کے ڈی اے شاہ محمد مصباح' بدعنوان سیاست دانوں' افسروں اور بلڈرز کی جانب سے کے بی سی اے کے کام میں مداخلت کی مزاحمت کررہے ہیں۔ انہوں نے مسٹر رولینڈ ڈی سوزا' قاضی فائز عیسیٰ' امبر علی بھائی اور شہری کے ارکان اور عملے کی کوششوں کو سراہا جو شہریوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے سرگرمی سے جدوجہد کررہے ہیں۔

شہری کے لئے رضاکاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف شعبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف۔
- میڈیا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ اور ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- مالی حصول

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم نہیں) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون' فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

شاہ محمد مصباح اور میر حسین علی

پاکستان میں ماحولیاتی ابتری اور میڈیا کا کردار

جس طرح دیگر مسائل، یعنی صحت، تعلیم، انسانی حقوق وغیرہ کے بارے میں عوامی شعور پیدا کرنے کے لئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ اسی طرح ماحول کا مسئلہ بھی نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا یعنی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سرکاری کنٹرول ہونے کی وجہ سے ان کی نشریات میں ماحول پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی۔ نیز انگریزی زبان میں شائع ہونے والے اخبارات اور جرائد میں ماحولیات پر مسلسل مضامین وغیرہ شائع ہوتے رہتے ہیں جبکہ اردو اور علاقائی زبانوں کے اخبار اور جرائد کی ترجیحات مختلف ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد اپنی اشاعت کو فروخت کرنا ہے۔ جس کے لئے وہ سیاسی اور سنسنی خیز خبروں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سرکاری کنٹرول ہونے کی وجہ سے ان کی نشریات میں ماحول پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی

شہری سی بی ای نے گزشتہ دنوں پاکستان میں ماحولیاتی چیلنج اور میڈیا کے کردار' کے موضوع پر ایک مذاکرے کا اہتمام کیا۔ اس کا مقصد تقریب میں شریک ہونے والے ممتاز شہریوں اور مقررین کے

قاضی فائز عیسیٰ اور امبر علی بھائی مہمانوں کے ہمراہ

اردو اور علاقائی زبانوں کے اخبارات اور جرائد کی ترجیحات مختلف ہیں ان کا بنیادی مقصداپنی اشاعت کو فروخت کرنا ہے

باہمی تبادلہ خیال سے ماحول کی ابتری کے ذمہ دار افراد اور اداروں کی نشاندہی' ماحول کے بارے میں عوامی شعور پیدا کرنے اور ماحول کی بہتری کے لئے ممکنہ اقدامات کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔

تقریب کے مقررین میں جناب جاوید جبار' محسن علی جنرل منیجر پاکستان ٹیلی ویژن کراچی' قمر علی عباسی' ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان کراچی' فلم پروڈیوسر شیریں پاشا' دھان کاؤس جی' عذرا سید' دی نیوز کراچی' غلام محی الدین جنگ کراچی اور فرحان انور ایڈیٹر انگلش شہری نیوز لیٹر شامل تھے۔ اس سیمینار کا انعقاد فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے کیا گیا تھا۔ شہریوں کی کثیر تعداد نے اس تقریب میں شرکت کی اور تقاریر کے بعد بحث مباحثے میں پر اشتیاق حصہ لیا۔

بقیہ ⇦ شہری سرگرمیاں

○ حکومت کو چاہئے کہ وہ معاشرے کو اسلحہ سے پاک کرنے کی پالیسیاں اختیار کرے اور ان کے نفاذ سے مرحلہ وار ہر قسم کے ہتھیار ضبط کرلئے جائیں۔

○ ہر وہ شخص جو ہتھیار ضبط کروانے میں معاونت کرے اسے ہر ہتھیار کی مارکیٹ قیمت کا ۲۵ فیصد رقم بطور انعام دی جائے۔

○ درہ کے علاقے میں ہتھیار بنانے والوں کو حدف افواج کے لئے ہتھیار تیار کرنے چاہئیں اور عوامی فروخت کو ختم کردینا چاہیئے۔

شہری' سی پی ایل سی اور ایچ آر سی پی وفاقی اور صوبائی حکومت سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کو محفوظ اور بہتر ملک بنانے کے لئے اس قرارداد پر فوری عملدر آمد کروائیں۔

قمر علی عباسی کی خوش گفتاری پر مسکراہٹیں

نوید حسین اپنے مہمانوں کے ساتھ

حاضرین کے سوالات کی قطار

محسن علی کی سوچ بچار اور قمر علی عباسی کی بے خیالی

شہری سرگرمیاں

شہری کی سالانہ جنرل باڈی میٹنگ

۲۳ مئی ۱۹۹۸ء کو شہری سی بی اے کی جنرل باڈی میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں شہری کے چیئرپرسن قاضی فائز عیسیٰ نے ادارے کی سالانہ کارکردگی اور سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلی رپورٹ پیش کی اور آڈٹ اکاؤنٹس کی کاپیاں اجلاس میں شریک ہونے والے ارکان میں تقسیم کی۔ قاضی فائز عیسیٰ نے ارکان کو ادارے کی مالی مشکلات کے بارے میں بتایا اور ان سے گزارش کی کہ وہ نہ صرف شہری سی بی اے کی سرگرمیوں میں عملی طور پر شریک ہوں بلکہ وہ مالی امداد کی فراہمی کے لئے کوششیں کریں تاکہ شہری سی بی ای ماحول کے بارے میں مزید بہتر اقدامات کرسکے۔

اسی دوران شہری کے زیر اہتمام منعقد کئے گئے سیمینار 'اسلحہ سے پاک ماحول' کی فالواپ میٹنگ ہوئی جس میں متعلقہ سب کمیٹی کے ارکان جمیل یوسف' میسون حسین' قاضی فائز عیسیٰ اور نوید حسین نے شرکت کی۔

جنرل باڈی اجلاس میں اسلحہ کی باآسانی دستیابی کو کنٹرول کرنے کے بارے میں ذیل میں درج قرارداد منظور کی گئی سٹیزن پولیس لائزون کمیٹی (CPLC) اور پاکستان انسانی حقوق کمیشن (HRCP) نے اس قرارداد کی حمایت کی۔

○ پولیس کے ارکان یا قانون نافذ کرنے والی دیگر ایجنسیوں کے لوگ صرف اس صورت میں کھلے عام اسلحہ رکھیں گے جب وہ یونیفارم میں ہوں اور ان کا شناختی کارڈ ہمراہ ہو اس کا اطلاق ججوں' وزیروں اور دیگر سرکاری افسروں کے گارڈز پر بھی ہوگا۔

○ بندوق کو اس طرح نہ اٹھایا جائے کہ اس کی نالی کا رخ کسی شخص کی طرف ہو تاکہ ناگہانی فائر کے نتیجے میں کوئی زخمی نہ ہو۔ بندوق کی نالی آسمان کی طرف ہونی چاہئے۔

○ اسلحہ کے لائسنس کے اجراء میں احتیاط برتی جائے اور اس کا نفاذ ایم پی اے' ایم این اے اور سینیٹرز سمیت سب پر ہو۔

○ نئے جاری کردہ لائسنسوں کا کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ رکھا جائے اس سے قبل جاری شدہ لائسنسوں کو ۳ ماہ کی مدت کے اندر کمپیوٹرائزڈ کیا جائے۔

○ ضبط کئے گئے ہتھیاروں کو قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے استعمال میں نہ دیا جائے۔

○ کسی ایسے شخص کو لائسنس نہ دیا جائے جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ وہ صرف اس مقصد کے لئے ہتھیار استعمال کرے گا جس کی خاطر لائسنس حاصل کیا جارہا ہے سردست لائسنس کے اجراء کے لئے کوئی ایسی شرط نہیں ہے۔

○ ماسوائے پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کلاشنکوف (AK 47) پر پابندی لگائی جائے۔

○ ایسا شخص جو ملازم ہو یا اس کے خلاف کوئی فوجداری مقدمہ دائر کیا گیا ہو اسے لائسنس جاری نہ کیا جائے۔

باقی صفحہ ۱۳ پر

> اسلحہ کے لائسنس کے اجراء میں احتیاط برتی جائے اور اس کا نفاذ ایم این اے' ایم پی اے اور سینیٹرز سمیت سب پر ہو

گئی جانیں ٹرک پر لدی ہوئی موت کی لپیٹ میں آگئیں

زہریلی گیس سے دس ہزار افراد متاثر ہوئے' سبزیاں اور دیگر اشیائے خورد و نوش زہر آلود ہو گئیں' پانی تیزاب بن گیا

اس حادثے سے باجہ لائنز ریلوے کالونی اور اچنت گڑھ کی گنجان آباد بستیاں بری طرح متاثر ہوئیں۔ دونوں کالونیاں لاہور کے جنوبی حصے میں واقع ہیں۔ اس سڑک کا ایک حصہ ریلوے ورکشاپ کو جاتا ہے جبکہ دوسری طرف گڑھی شاہو کا انتہائی گنجان آباد تجارتی علاقہ ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق سڑک کے دونوں طرف تقریباً" ایک ہزار مکانات ہیں۔

ایک جائزے کے مطابق اتحاد کیمیکلز اور کریسنٹ گرین وڈ نے جو کہ پاکستان اور امریکہ کی مشترکہ کمپنی ہے شکدلانہ غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایسے خطرناک کیمیکلز کہ جس سے ماحول اور انسانوں کی زندگی کو خطرہ ہو سکتا ہے' ہینڈلنگ میں غیرذمہ داری کا مظاہرہ ان کمپنیوں کی انتظامی نااہلی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس حادثے سے سرکاری ریگولیٹری سسٹم کی کمزوریوں کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

دنیا بھر میں گیس کی لیکیج کے حادثات کے انسانی صحت پر اثرات کے بارے میں جو تحقیقات کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے مہلک کیمیکلز لازمی طور پر شدید قسم کے فوری اور طویل المیعاد صحت کے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ سانحہ بھوپال کے ۱۲ سال بعد بھی لوگ نہ صرف پیچیدہ امراض میں مبتلا ہیں بلکہ

> یہ واقعہ ۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے پیش آیا۔ ایک ٹرک جو ۹۰۰۰ کلو گرام وزنی دو سلنڈر لاد کر لے جا رہا تھا باجہ لائنز' گڑھی شاہو لاہور میں ریلوے کراسنگ کے قریب پھنس گیا۔ سلنڈر میں انتہائی زہریلی کلورین گیس بھری ہوئی تھی جو لیک ہونے لگی۔ یہ سلنڈر ایک کیمیکل فیکٹری گرین وڈ کریسنٹ سے حال ہی میں پرائیویٹائز کی جانے والی کمپنی اتحاد کیمیکلز سے لے جائے جا رہے تھے

حادثے کا شکار ہونے والے اوسطاً" دو افراد روزانہ مر رہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں برمنگھم امریکہ میں ایسا ہی کلورین گیس کی لیکیج کا حادثہ ہوا تھا۔ کنٹرول گروپ کے جائزے سے معلوم ہوا کہ اس کی فوری علامات میں گلا گھٹنا' متلی اور الٹیاں اور طویل المیعاد بیماریوں میں سانس کی بیماریاں' درد' جلن اور پھیپھڑے سکڑنے کی شکایات شامل ہیں' ۲۰ افراد کی ہلاکت کے علاوہ باجہ لائنز کے باشندوں کو بھی یہ تکالیف ہیں۔

ابتدائی کارروائی

جائزے کے مطابق گیس لیکیج کی وجہ سے علاقے کے باشندوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ تقریباً" ایک گھنٹہ انہیں پتہ ہی نہ چل سکا کہ ہوا کیا ہے' وہ سمجھ رہے تھے کہ غالباً" گیس کی پائپ لائن پھٹ گئی ہے۔ رات دس بجے تک لوگ گیس کی وجہ سے کھانسی' گلا گھٹنے اور بے ہوش ہونے کی شکایات میں مبتلا ہو گئے اور نصف شب تک ہر طرف افراتفری تھی۔

اس حادثے کے نتیجے میں ۲۰ انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور مویشیوں کا نقصان ہوا۔ متاثرہ لوگوں کی صحیح تعداد تو باقاعدہ طور پر کبھی معلوم نہ ہو سکے گی تاہم اندازہ ہے کہ تقریباً" دس ہزار افراد متاثر ہوئے تھے۔ سبزیاں اور دوسری اشیائے خورد و نوش زہر آلود ہو گئیں۔ پانی گندھک کا تیزاب بن گیا' گھریلو اشیاء برتنوں اور کپڑوں کے رنگ تبدیل ہو گئے۔

پریشان کن انکشاف یہ تھا کہ مختلف سطحوں پر انتظامیہ اس صورت حال کو کنٹرول کرنے کی قطعاً" اہل نہیں تھی' ساز و سامان کی کمی کو تو چھوڑیں ابتداء میں تو وہ یہ بھی تعین نہیں کر سکی کہ لیک ہونے والی گیس کس قسم کی ہے۔ یہ تو بعد میں اس ڈسپیچ لیٹر کے ذریعے معلوم ہوا کہ یہ مہلک کلورین گیس ہے جو کہ گاڑی کے ڈیش بورڈ سے ملا تھا۔ اسی طرح ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈز میں ڈاکٹروں کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ متاثرین امونیا گیس کا شکار ہوئے ہیں یا کلورین گیس کا۔ بعض صورتوں میں مریضوں کا جو ابتدائی علاج کیا گیا وہ بھی غیر مناسب تھا۔

باجہ لائنز ریلوے کالونی اور اچنت گڑھ کی آبادی کی اکثریت کو علاقہ خالی کرنا پڑا۔

سرکاری کارروائی

عوام کی جانب سے غم و غصے کا اظہار ہونے پر حکومت نے ہر ہلاک ہونے والے کے لئے ایک لاکھ روپے معاوضے اور متاثرین کے لئے امدادی پیکج کا اعلان کیا۔ متعلقہ شہریوں کو یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ انہیں ادائیگی کب اور کیسے ہو گی۔

دونوں کمپنیوں گرین وڈ کریسنٹ اور اتحاد کیمیکلز نے بھی ہلاک ہونے والوں کے لئے ایک ایک لاکھ روپے معاوضے کا اعلان کیا۔ متاثرین کی کمزور حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کمپنیوں نے یہ شرط لگائی کہ وہ معاوضے کے عوض ان قانونی دستاویزات پر دستخط کریں جس کے تحت وہ اپنے اس حق سے دستبردار ہو جائیں گے

کہ وہ مزید مدد کے لئے عدالتوں میں جاسکیں۔

گورنر پنجاب نے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج جناب اکرم بیٹو کے ذریعے جو عدالتی تحقیقات کرائی وہ مبینہ طور پر ۱۵ مارچ ۱۹۹۷ء کو مکمل ہوئی تھی لیکن ابھی اس کی رپورٹ عوام کے سامنے نہیں لائی گئی۔

جائزے میں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ بدقسمتی سے اس حادثے کے وقت موجودہ قوانین ایسی صورت حال سے عہدہ برا ہونے کے لئے ناکافی تھے۔

شہریوں کا ردعمل

مقامی حکام کی صورت حال سے نمٹنے کے سلسلے میں بظاہر لاپرواہی کے پیش نظر بعض غیر سرکاری تنظیموں اور افراد نے اس حادثے کی تحقیق اور متاثرین کی مدد کے لئے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا باجہ لائنز ایکشن کمیٹی کے نام سے فوری طور پر ایک مجلس عمل قائم کی گئی۔ ایکشن کمیٹی کے ارکان نے شرکت گاہ' ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ پاکستان' عورت فاؤنڈیشن' جدوجہد شامل تھے' شرکت گاہ نے سیکریٹریٹ کے فرائض انجام دیئے۔

صورت حال کے مختلف پہلوؤں سے نمٹنے کے لئے ایکشن کمیٹی نے قلیل المیعاد اور طویل المیعاد مقاصد کا تعین کیا۔ فوری اور قلیل المیعاد مقاصد میں:

۱) گیس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے حکومت کے اقدامات اور صحت کی سہولتوں کی مانیٹرنگ

۲) گیس کے نقصان دہ اثرات کے بارے میں فنی معلومات جمع کرنا

۳) عوام میں حفاظتی اقدامات کی آگہی بہم پہنچانا

۴) متاثرین کے صحیح جانی اور مالی نقصان کے تعین کے لئے سروے کرنا۔

طویل المیعاد مقاصد میں:

۱) حکومت پر دباؤ ڈالنا کہ وہ ایک بورڈ یا کمیشن مقرر کرے جو یہ تفصیلی تحقیقات

اس حادثے سے باجہ لائنز ریلوے کالونی اور اچنت گڑھ کی گنجان آباد بستیاں بری طرح متاثر ہوئیں— دونوں کالونیاں لاہور کے جنوبی حصے میں واقع ہیں— اس سڑک کا ایک حصہ ریلوے ورکشاپ کو جاتا ہے جبکہ دوسری طرف گڑھی ساہو کا انتہائی گنجان آباد تجارتی علاقہ ہے— ایک تخمینے کے مطابق سڑک کے دونوں طرف تقریباً ایک ہزار مکانات ہیں—

کرے کہ اس علاقے کے باشندوں کی صحت پر گیس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے

۲) اس بات کا جائزہ لینا کہ لوگوں کے مالی نقصان اور جذباتی صحت کو پہنچنے والے نقصان کے معاوضے کے لئے مقدمات دائر کرنے کے کیا امکانات ہیں

۳) اس ایجنڈے کو آگے بڑھانا کہ ایک ریگولیٹری ڈھانچہ قائم کیا جائے اور اس کا موثر نفاذ کیا جائے

۴) آئندہ ایسے حادثات کے امکان کو کیسے روکا جائے

شرکت گاہ نے اس موضوع پر قابل قدر معلومات جمع کی ہیں۔ اس سلسلے میں قومی اور بین الاقوامی ذرائع نے بہت فوری تعاون کیا۔

جائزے کے آخر میں کہا گیا ہے کہ باجا لائنز گیس کے سانحے نے ملکی نظام میں سنگین خامیوں کو اجاگر کیا ہے اور اس سے بڑے کیمیکل اداروں کی مجرمانہ غفلت بلکہ حکومت کی ایجنسیوں کی جانب سے ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے سلسلے میں مکمل نااہلی کا اظہار ہوتا ہے جہاں تک حکومت کا تعلق ہے اس کے نزدیک معاوضے کے چیکوں کی تقسیم کے بعد یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ دونوں صنعتی اداروں کے خلاف جو کہ اس حادثے کے ذمہ دار تھے کوئی کارروائی نہیں کی گئی اور نہ ہی ڈرائیور اور اس افسر کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی جس نے گیس سلنڈرز کی اس طرح ترسیل کا حکم دیا تھا۔

اس پورے عمل کے دوران جو ایک حوصلہ افزا بات ہوئی وہ یہ تھی کہ شرکت افراد' دردمند شہری' ڈاکٹر' صحافی اور وکلاء شامل ہیں۔

بحران کے نتیجے میں اتنے وسیع پیمانے پر سماجی طور پر باشعور افراد کے یکجا ہونے گاہ نے باجا لائنز کے سلسلے میں وکالت کی جو مہم شروع کی تھی اس کا ہر طرح کے لوگوں کی جانب سے بڑی گرمجوشی سے جواب دیا گیا جن میں این جی اوز' پیشہ ور سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ ایسے مسائل پر شہری معاشرے میں کتنی تشویش پائی جاتی ہے۔ انہوں نے موثر طور پر اس مسئلے کو اٹھایا' متاثرہ لوگوں کو امداد فراہم کی' وکالت کی مہم شروع کی' لاہور شہر کے علاوہ اسلام آباد اور کراچی کی کئی تنظیموں کے ساتھ روابط قائم کئے۔ معلومات فراہم کرنے والے اداروں کی جانب سے فوری جواب بھی بہت حوصلہ افزا تھا۔

جب بحران کا فوری دباؤ کم ہو گیا تو باجا لائنز ایکشن کمیٹی نے اپنے لئے ایک ایجنڈہ مرتب کیا جس میں آئندہ ایسی صورت حال درپیش ہونے کی صورت میں ایک کرائسس مینجمنٹ پروگرام مرتب کرنا' ایسے حادثات کی آئندہ روک تھام کے سلسلے میں وکالت اور مفاد عامہ میں ممکنہ مقدمہ بازی کے لئے ایک اجتماعی این جی اوز فنڈ قائم کرنا شامل تھے۔

حفاظتی آلات

ملازمین کو ناقابل گزر کپڑے' دستانے اور حفاظتی خود (کم از کم آٹھ انچ) فراہم کئے جائیں اور انہیں استعمال کرایا جائے کیونکہ ایسے حفاظتی لباس مائع کلورین کے چھوجانے کے امکانات سے محفوظ رکھتے ہیں اور جلد کو مائع کلورین والے برتن سے چھوئے جانے کی صورت میں منجمد ہونے سے روکتے ہیں۔

جہاں اس بات کا امکان ہو کہ کسی ملازم کے جسم پر مائع کلورین لگ سکتی ہے' وہاں ہنگامی استعمال کے لئے کام کی جگہ پر ہی جسم کو فوری طور پر بھگونے کے لئے انتظام ہونا چاہئے۔

ایسے کپڑے جن میں سے گیس گزر سکتی ہے اگر کلورین سے آلودہ ہو جائیں تو انہیں فوری طور پر اتار دیا جائے اور انہیں اس وقت تک استعمال نہ کیا جائے جب تک ان سے کلورین نکال نہ دی جائے۔

ملازمین کو حفاظتی چشمے فراہم کئے جائیں جبکہ اس بات کا امکان ہو کہ مائع کلورین کی چھینٹیں آنکھ میں پڑ سکتی ہیں۔

جہاں اس بات کا امکان ہو کہ مائع کلورین ملازمین کی آنکھوں میں پڑ سکتی ہے وہاں کام کرنے کی جگہ پر ہی ہنگامی استعمال کے لئے "آئی واش فونٹین" لگائے جائیں۔

شمس فرخ

اب صحافت کو کوئی اور نام دیجئے!

آمریت کے دور میں کچے ذہنوں کو تربیت ملی کہ طاقت ور کے سامنے دوزانو ہو جاؤ' وہ اشرفیوں سے مالامال کر دے گا

گزشتہ دنوں ہندوستان کے مسلم اسکالر اور بمبئی میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے ڈائریکٹر اصغر علی انجینئر پاکستان کے اخباروں میں رہے۔ انہوں نے اپنے قیام کے دوران مختلف اجلاسوں سے خطاب کیا۔ اس پر انتظار حسین کا کالم بھی شائع ہوا۔ بقول ان کے اصغر علی انجینئر کی رائے میں فرقہ پرستی دراصل اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کی عیاشی ہے۔ اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس میں ان پڑھ عوام شامل ہیں۔

اصغر علی انجینئر نے یہ بات لاہور پریس کلب میں کہی۔ وہ اس سے قبل کراچی میں بھی خاصے مصروف رہے۔ ایک دوست نے بتایا کہ اصغر علی انجینئر کو ملک کے ایک نامی گرامی صحافی اور کالم نویس نے فون کیا اور حکماً کہا کہ وہ ان سے ملنے آئیں۔ اگر انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی کی تو وہ (دھمکی) ان کے خلاف ایسا کچھ چھاپ دیں گے کہ... یعنی وہ جو محاورہ ہے نہ کہ --- "نانی یاد آجائے گی"۔

حال ہی میں' بقول جالب "ایک نہتی لڑکی" کے بارے میں ملک کے نامور اپنے اخبار نویسوں اور سستی شہرت کے طلبگار نے اور نام نہاد کالم نویسوں نے بڑے کمال کی تحریریں قلم زد کیں۔ ان کے "شائستہ" جملوں سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی پیچھے سے انہیں "ٹھڈے" مار رہا ہو کہ یار کچھ کرو۔ نمک حرام نہ بنو۔ میری عزت و ناموس کا سوال ہے۔ ورنہ یہ لڑکی مجھے لے ڈوبے گی۔ اسی دوران ایک سرخی نظر سے گزری "رزق حرام کی بیٹی" اس کالم کو لکھنے والے بھی ملک گیر شہرت رکھنے والے ادیب اور صحافی تھے۔

جب صحافت کا حلیہ بگڑنے لگا۔ وہ ایک مشن یا سچے اظہار کا وسیلہ رہنے کے بجائے کاروبار بن گیا۔ اور جب چھوٹے اخباروں نے بڑا دھندا کرنے کی خواہش کی تو صحافت کو زرد صحافت کا نام دے دیا گیا۔ چیمبرز ڈکشنری کے مطابق یلو (Yellow) کے دیگر معانی کے علاوہ سنسنی خیز اور بزدل بھی ہے۔ دونوں مطلب آج سے پچھ سال پہلے شروع ہونے والی پاکستانی صحافت کی بخوبی وضاحت کرتے ہیں۔ لیکن آج کل جس انداز کی صحافت جاری وساری ہے۔ اسے کچھ اور نام دینا چاہئے۔ کیونکہ اب صحافت میں محض سنسنی خیزی ہی نہیں رہی۔ بلکہ اس کے آلہ کار اور عوامل کچھ اور ہیں۔

پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس نے یونیسکو کے تعاون سے تین روزہ ورکشاپ کا اہتمام کیا۔ اس تربیتی ورکشاپ میں مختلف شہروں اور یونیورسٹیوں کے شعبہ ابلاغ کے طلبا اور نو آموز صحافیوں کو بطور خاص بلایا گیا۔ منتظمین کا مطمع نظر تھا کہ اردو اور علاقائی اخباروں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے صحافت پر ثقافت کو جگہ دیں۔ جس پر ورکشاپ سے خطاب کرنے والے ماہرین نے بار بار یہ شکایت کی کہ انگریزی اخبارات اور جرائد میں ثقافت کی مختلف اصناف پر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جبکہ اردو اور علاقائی زبانوں کے اخبارات میں سیاست' جرائم اور دیگر سنسنی خیز خبروں کو ہی اہمیت دی جاتی ہے۔

اس ورکشاپ کے پہلے روز صبح ساڑھے نو بجے سے لے کر شام پانچ بجے تک کے اجلاسوں میں مصوری' تھیٹر' موسیقی' رقص اور ادب کے بارے میں مثبت رپورٹنگ پر زور دیا گیا۔ اور شرکاء کو تلقین کی گئی کہ وہ جس "بیٹ" کی رپورٹنگ کریں انہیں اس کے بارے میں واقفیت ہونی چاہئے۔ انہیں اس ضمن میں مسلسل مطالعہ کرتے رہنا چاہئے تاکہ ادب اور فنون لطیفہ کے جدید رجحانات سے آگاہ رہیں۔

اگلے روز اسلام آباد کے اردو اخباروں کی سرخیاں کچھ اس طرح کی تھیں کہ "میں خوبصورت چیزوں کو پسند کرتا ہوں" شیخ رشید۔ وفاقی وزیر ثقافت شیخ رشید نے ورکشاپ کا افتتاح کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ایک غیر ملکی نے پوچھا کہ موہنجودڑو پاکستان میں ہے یا ہندوستان میں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم اپنی ثقافت اور ثقافتی ورثے سے دنیا کو آگاہ نہیں کرتے۔ لیکن اردو رپورٹنگ میں شیخ رشید کے محلے میں رہنے والے قلفی والے کا ذکر فنون لطیفہ کی رپورٹنگ سے زیادہ اہم تھا۔

ورکشاپ کے منتظمین نے رپورٹرز کو پھر تلقین کی کہ خبر بنانے کا یہ طریقہ نامناسب ہے۔ نوجوان اردو رپورٹرز کے ساتھ انگلش اخباروں کے رپورٹرز بھی شامل تھے۔ اگلے روز ان کی رپورٹنگ بامعنی' باشعور اور موزوں تھی۔

اس سے اگلے روز ایک اخبار کی سرخی تھی۔ "یہ بڑی مصیبت ہے کہ وزیروں کو تقریریں لکھ کر دینی پڑتی ہیں" کشور ناہید۔ جبکہ بات دراصل کسی اور پیرائے میں کی گئی تھی۔ لیکن رپورٹر اور سرخی نکالنے والے سب ایڈیٹر یا سٹی ایڈیٹر کی تار نہ جانے کہاں جڑی ہوئی تھی۔

اس صحافت کو پھر کیا نام دیا جائے۔ چاپلوسی کی صحافت درباری صحافت۔ بھتے کی صحافت۔ کالی صحافت یا پھر ان سب کو یکجا کر کے ایک نام دینا ہی کافی ہوگا۔ "لفافہ صحافت"

ورکشاپ کے دوران ایک رائے یہ بھی تھی کہ ۸۰ کے عشرے کے اواخر میں پریس کو جو آزادی ملی ہے۔ اس سے سیاسی رپورٹنگ پر زیادہ زور دیا گیا۔ آزادی اظہار کا غلط استعمال کیا گیا۔ اس میں یقیناً آمریت کی چھاپ ابھی تک موجود ہے۔ آمریت میں زبان بندی تھی۔ لیکن اس دوران بات کہنے کا بالواسطہ اسلوب بھی بنا۔ زیر سطر اپنے دل کی بات کہہ دی جاتی تھی اور وہ کسی نہ کسی طور اپنے مخاطب تک پہنچ جاتی تھی۔ لیکن یہ وہ لوگ تھے جنہیں اظہار کا سلیقہ آتا تھا۔

لیکن آمریت اور نام نہاد جمہوریت کا بنیادی فرق یہ ہے کہ اول الذکر کا گرز ہوا میں لہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی مذہبی پارسائی کا آلہ کار بھی واضح دکھائی دیتا ہے۔ ان کی تنگ نظری سنائی دیتی تھی۔ لیکن اس وقت بے یقینی کا عالم ہے۔ ہماری اقدار تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں۔ آپ نے محفل سجائی کہ چلو اپنے ثقافتی ورثے کو یاد کریں۔ اسے تحفظ دینے کا چارہ کریں۔ اپنے فنکاروں کو عزت دیں۔ ان کی صلاحیتوں کا اقرار کریں۔ انہیں یہ اعتبار دیں کہ وہ اور ان کا فن ہماری تہذیب کا حصہ ہے۔ ہمارا تھا ہے۔

مدیحہ گوہر پر مقدمہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ گجرال سے گلے ملی تھیں۔ شبانہ اعظمی منڈیلا سے ملی تھیں تو ہمارے اردو اخبار تڑپ اٹھے تھے۔ اسلام کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔

ایک اور آواز آتی ہے "اسلام آباد کے ہاٹ شاٹس ریستوران میں جو کچھ ہوتا تھا کیا وہ ہماری ثقافت ہے؟"

ورکشاپ کی شاموں کے دوران پیش کئے گئے ثقافتی شو۔ رومانیہ اور پاکستان کی موسیقی کا ملاپ۔ شاہد ندیم کا لکھا ہوا ڈرامہ "ایک تھی نانی" میں زہرہ سہگل کا فن۔ کلاسیکی رقص کے خوبصورت انداز۔ ایک تلقین تھی۔ اپنی ثقافت کے بارے میں مثبت سوچ اپنانے کی۔ اپنے رویوں میں لچک پیدا کرنے اور رواداری اختیار کرنے کی۔ اپنے ذہن کی بند کھڑکیاں کھولنے کی۔

اب خدا جانے یہ ورکشاپ کہاں تک کامیاب ہوئی۔

گردوپیش پر نگاہ

شہری برائے بہتر ماحول شہریوں کے مسائل کے حل کا خواہش مند ہے اس کے لئے آپ کا تعاون لازمی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ایسے مسائل کے بارے میں لکھیں جو ماحولیاتی آلودگی کا سبب ہیں۔

اس پارک کو کون بچائے گا

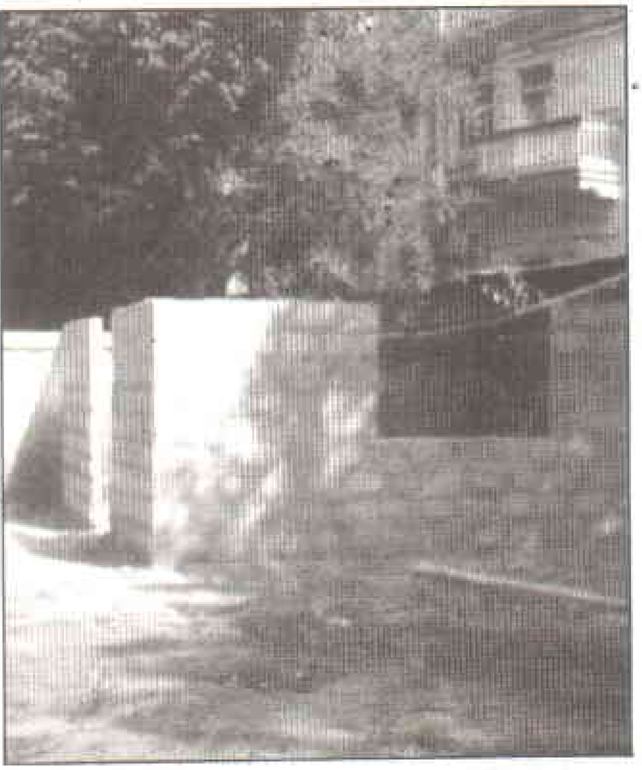

ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے میں یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ چند ماہ قبل جگر مراد آبادی روڈ پر اسلامیہ کالج کے قریب علامہ اقبال لائبریری سے متصل ایک پارک کو رہائشی پلاٹ میں بدل دیا گیا اور پارک کی زمین کے چاروں طرف کمپاؤنڈ وال بنادی گئی حالانکہ یہ رفاہ عامہ کی جگہ تھی۔ باؤنڈری وال کی تعمیر سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص یا گروپ جس نے اس عوامی جگہ کو [illegible] کرلیا ہے اور اس سلسلے میں غیرقانونی احکامات حاصل کرلئے ہیں اندیشہ اس بات کا ہے کہ مستقبل قریب میں اس پلاٹ کو تجارتی یا رہائشی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

عظیم تر قومی مفاد میں تمام متعلقہ لوگوں سے درخواست ہے کہ مذکورہ بالا حقائق پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اطمینان بخش طور پر ضروری تصدیق کے بعد مناسب اقدامات کئے جائیں۔

ہم سب پاکستان کے محب وطن شہری ہیں۔ یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم ایسی تمام غیرقانونی سرگرمیوں کی مزاحمت کریں جو ہمارے مفادات کے [illegible]

شیخ عبدالرشید' عامل کالونی
نزد اسلامیہ کالج کراچی

شہری کی رکنیت

1998 کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے' صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدددیں۔

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے
"شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول
206 جی۔ بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس کراچی 75400۔ پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-4530646
E-mail address:
shehri@onkhura.com (web site) URL:
http://www.onkhura.com/shehri

نام ________ ٹیلی فون (گھر) ________
پتہ ________
پیشہ ________ ٹیلی فون (دفتر) ________

بچو! اپنی چھٹیاں ضائع مت کرو

برٹش کونسل، کراچی بچوں کے لئے اپنے سالانہ سمر اسکول کے منصوبوں کو قطعی شکل دے رہی ہے۔ جون سے شروع ہونے والے اس پروگرام میں زبانیں سکھانے کا پروگرام سرفہرست ہے لیکن اس کے علاوہ دورے کرائے جائیں گے، آرٹ اور فنون ویڈیو شو اور ہوسکتا ہے کہ کچھ کھیلوں کی سرگرمیاں بھی ہوں۔

دو سمر اسکول ہوں گے، ایک جون میں اور دوسرا جولائی میں۔

رجسٹریشن اپریل کے آخر سے شروع ہے لہٰذا دیر نہ کریں اور برٹش کونسل کے لیچنگ سینٹر جاکر مزید معلومات حاصل کریں۔

گائیڈڈ ٹورز

برٹش کونسل لائبریری کا بچوں کو دورہ کرانے کے لئے گائیڈڈ ٹورز بھی دستیاب ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے اسکولوں کو اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے عظمی اے خان، انفارمیشن آفیسر سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔

بہ شکریہ (برٹش کونسل نیوز)

تفریح تفریح میں سیکھنے کا خوشگوار عمل

معجزاتی مشین

قدیم زمانے میں ایک چینی بادشاہ اپنے ڈریگون تخت پر بیٹھا تھا اس نے اپنی ماسٹر مشین کو طلب کیا اور اسے حکم دیا "جاؤ اور میرے لئے ایک شاندار مشین تیار کرو، جو یہ تمام کام کرتی ہو۔ خاموشی سے کام کرے یا کم ازکم اس کی آواز میرے کانوں کے لئے خوشگوار ہو، سورج زمین اور بارش سے خود اپنے لئے ایندھن حاصل کرے اور فضا کو آلودہ کرنے کے بجائے اسے اور صاف کرے۔"

یہ دیکھنے میں خوبصورت اور نفیس ہو، خود کو دوبارہ پیدا کرسکے، اپنے زخموں کی مرمت خود کرسکے اور ضائع ہوجانے والے حصوں کو خود بنا سکے۔ اس کا پمپنگ کا نظام اتنا طاقتور ہو کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے لیکن اس سے اس کے نازک ترین حصوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے ایندھن کا نظام اگرچہ اتنا نازک ہو کہ ٹیوبوں کے ذریعے پہنچایا جاسکے تاہم اتنا چھوٹا ہو کہ انسانی آنکھ کو نظر نہ آسکے اور اس میں اتنی قوت ہو کہ وہ چٹانوں کو بھی پاش پاش کردے۔

جب اس کی کارآمد زندگی ختم ہوجائے تو پھر بھی یہ روشنی اور گرمی فراہم کرنے کا ذریعہ بن سکے تاکہ میں اور میری رعایا اس کی زندگی کی طرح اس کی موت سے بھی خوشی حاصل کرسکیں۔ ماسٹر مشین، میں نے تمہیں کام دے دیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ تم یہ معجزاتی مشین بنا سکتے ہو یا نہیں۔

ماسٹر مشین فرش تک جھکتی ہوئی مسکرائی اور کہنے لگی کہ "اے میرے آقا! آپ کی معجزاتی مشین اس نے مجھ سے پہلے ہی تیار کردی ہے، جو مجھ سے بھی بڑا ہے۔

"درخت"

آج کا مسئلہ

خواتین کی خواندگی

خواتین کی خواندگی۔ اس عشرے کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ یہ ترقی کے لئے، جو خواتین کی شرکت کے بغیر ناممکن ہے، بے حد ضروری ہے۔ مگر خواتین کی اس شرکت کا بڑی حد تک دارومدار ان کی تعلیم پر ہے۔

آج تمام ترقیاتی ادارے کنبے کی تعلیم، صحت، غذائیت اور زندگی کی عمومی بہتری کو برقرار رکھنے اور اسے فروغ دینے کے لئے خواتین کی تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا کے تمام خطوں میں ماحولیات، صحت کی تعلیم، آمدنی پیدا کرنے والے منصوبوں اور دیگر معاملات سے متعلق اداروں کے پروگراموں میں کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے خواتین کی تعلیم پر انحصار کیا جاتا ہے۔

غیر سرکاری تنظیموں کا کردار

غیر سرکاری تنظیمیں اپنی ترجیحات اور پروگرام رکھنے والے آزاد گروپ ہوتے ہیں۔ وہ حکومت یا کثیر الفریق ایجنسیوں کے لئے خدمات پیش کرنے والے یا صرف ان ہی کی مرضی کے مطابق کام کرنے والے نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ تعلیم میں ایک نئی جہت کی نشوونما کرسکتے ہیں۔ بنیادی تعلیمی پروگراموں کی تشخیص، ترتیب، نفاذ اور جائزے سمیت منصوبوں اور پروگراموں کی تیاری کی ذمہ داری قبول کرسکتے ہیں۔ اس آزادی کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکومتوں کے شروع کئے ہوئے پروگراموں کے حصوں یا پورے پروگراموں کے لئے تعاون فراہم کرسکتے ہیں۔ تاہم ان مشترکہ کوششوں میں ان کے کردار کی بالکل واضح تعریف کا تعین ضروری ہے تاکہ دوہری کوششوں سے بچا جاسکے۔

غیر سرکاری تنظیموں نے صنعتی اور ترقی پذیر ممالک میں تعلیمی سرگرمیوں کے دوران بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی طرح وہ ناخواندگی کے خلاف جدوجہد کے ضمن میں مستقبل کی کارروائیوں میں قابل قدر خدمات انجام دے سکتی ہیں۔ مختلف کمیونٹیز کے ساتھ تنظیموں کے جو قریبی روابط ہوتے ہیں، ان کی بدولت وہ آبادی کی ضروریات اور پریشانیوں کی آسانی سے تشخیص کے علاوہ سیکھنے کی بنیادی ضروریات کو بآسانی پورا کرسکتی ہیں۔ نتیجتاً وہ عوام کو متحرک کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہوتی ہیں اور کمیونٹی کے ان شعبوں پر بھی اثر انداز ہوسکتی ہیں جہاں تک سرکاری شعبوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

غیر سرکاری تنظیمیں مندرجہ ذیل طریقوں سے خواتین کی تعلیم سے متعلق اپنی کارروائیوں کو وسیع تر کرسکتی ہیں۔

تبدیلی کے لئے عمل انگیز کے طور پر کام کرنا: تعلیم بالغاں و نسواں سے متعلق تنظیموں کے علاقائی نیٹ ورک، بین الاقوامی تنظیموں کے لئے حمایت حاصل کرنے کا کام کرسکتے ہیں تاکہ ترقیاتی پروگراموں میں خواتین کی شرکت کو بڑھایا جاسکے۔ قومی تنظیمیں، تعلیم تک خواتین کی مساوی رسائی کو فروغ دینے کے لئے اپنی اپنی حکومتوں کے ساتھ مل کر یہی کردار ادا کرسکتی ہیں۔

رائے عامہ کو متحرک کرنا: غیر سرکاری تنظیمیں، تعلیم کے دھارے میں خواتین کو شریک کرنے اور اس راہ کی رکاوٹوں کا اندازہ لگانے کے لئے رائے عامہ کو متحرک کرسکتی ہیں۔

خواتین کو متحرک کرنا: معاشرے میں اپنی حالت اور پوزیشن کو بہتر بنانے، اپنے حقوق اور خود اعتمادی کے بارے میں آگہی کو بڑھانے، امیدوں کو فروغ دینے، انفرادی ترقی کو محدود کرنے والی عدم مساوات اور صنف کی بنیاد پر دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرنے اور ترقی کے عمل تک مساوی رسائی اور اس میں شرکت سمیت اپنی زندگی کے معیار کو بہتر بنانے والی ہر چیز کی حمایت کرنے کے لئے خواتین بنیادی تعلیمی پروگراموں میں حصہ لیں۔

بنیادی تعلیم میں خواتین کی ترقی پر نظر رکھنا: اس کے لئے ضروری ہے کہ خواتین پر تعلیم کے اثرات کا اندازہ لگایا جائے اور خواندگی کے پروگراموں میں خواتین کی شرکت کو فروغ دینے والے اقدامات کی حمایت کی جائے۔

فنڈز اور وسائل کو متحرک کرنا: تاکہ خواتین کے تعلیمی پروگراموں کے لئے تعاون فراہم کیا جاسکے۔

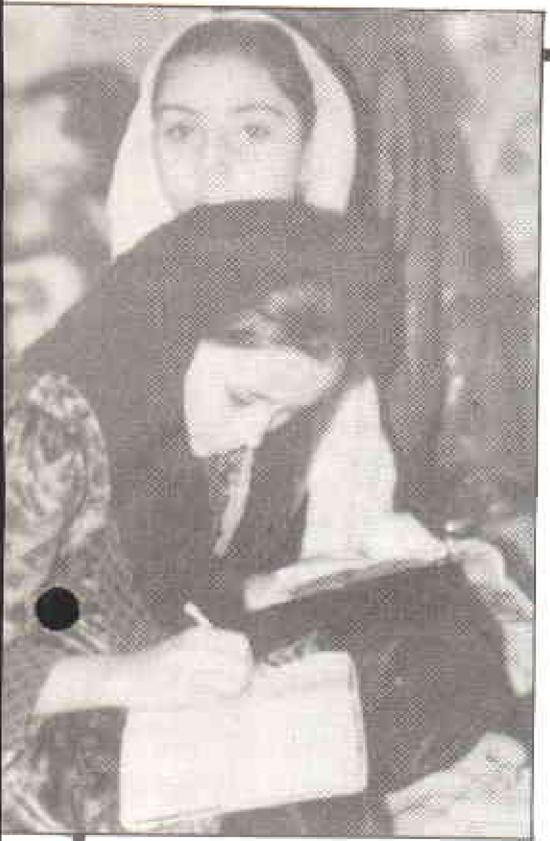

لڑکیوں کی تعلیم ترقی کا ناگزیر عنصر ہے

ذرائع ابلاغ عامہ استعمال کرنا: تاکہ عورتوں کے لئے فراہم کی جانے والی کارآمد معلومات انہیں موثر طور پر فراہم کی جاسکیں۔

مدد فراہم کرنے والے مراکز کے قیام میں تعاون کرنا: تاکہ خواتین پر سے کام کا بے تحاشا بوجھ کم کیا جاسکے اور وہ تعلیمی پروگراموں میں حصہ لینے کے قابل ہوسکیں۔ اس کے لئے بچوں کا خیال رکھنے والے مراکز، سرگرمیاں، ترغیبات اور ٹرانسپورٹ جیسی سہولیات شامل ہیں۔

رہنمائی اور مشاورتی خدمات فراہم کرنا: تاکہ شرکاء اپنی آمدنی میں اضافہ کرسکیں اور معیشت کے غیر رسمی شعبہ کا حصہ بن سکیں۔ مثلاً قرضہ تک رسائی اور کوالٹی کنٹرول اور مارکیٹنگ میں تعاون۔

خواتین کی حوصلہ افزائی کرنا: تاکہ وہ اپنے حقوق کے دفاع کے لئے امداد باہمی کے گروپ، چھوٹے ادارے اور تنظیمیں بناسکیں یا ان میں شرکت کرسکیں۔ ساتھ ہی کسی ایسی تنظیم کا سہارا فراہم کرنا جو ان میں خود اعتمادی بحال کرے اور پائیدار ترقی میں معاون ثابت ہو۔

بقیہ ⇦ اسلحہ

واقعات پر بے حس ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم یہ بھولتے جا رہے ہیں کہ اسلحہ کے بغیر ماحول کتنا پرامن ہوا کرتا تھا۔

کسی قوم کی ترقی کا دارومدار قیام امن اور مسلمہ تجارت کے پھیلاؤ پر ہوتا ہے بندوقوں سے کوئی مفید کام نہیں لیا جاسکتا کیونکہ ان کا بنیادی کام تو انسانوں کو مار ڈالنا ہے۔

اگر پاکستان کا کسی ایسے ملک سے موازنہ کیا جاسکتا ہے جہاں پاکستان کی طرح آسانی سے اسلحہ دستیاب ہے تو وہ ملک امریکہ ہے۔ ۱۹۹۵ء میں امریکہ میں آتشیں اسلحہ سے ۳۵۹۵۷ اموات ہوئیں اس میں وہ افراد شامل نہیں ہیں جو آتشیں اسلحہ سے زخمی ہوئے۔ برطانیہ میں جہاں گن کنٹرول لاز سخت ہیں۔ ۱۹۹۴ء میں صرف ۷۷ ہلاکتیں آتشیں اسلحہ سے ہوئیں۔ کینیڈا' برطانیہ' جاپان' سویڈن اور آسٹریلیا کو ملا کر سال بھر میں جتنے افراد ہلاک ہوتے ہیں اس سے زیادہ افراد صرف دو دنوں میں امریکہ میں ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔

اس مفروضے کو درست کرنے کی ضرورت ہے کہ بندوقوں سے حفاظت ہوسکتی ہے۔ ۱۹۹۳ء میں کئے جانے والے ایک جائزے کے مطابق گھروں میں رکھی جانے والی بندوقوں سے' کسی مداخلت کار کے مقابلے میں' خاندان کے کسی فرد' دوست یا شناسا کے مارے جانے کا امکان ۴۳ گنا زیادہ ہوتا ہے۔

اگر پاکستان کے لئے ایسے اعداد و شمار مرتب کئے جائیں تو ہمیں یقین ہے کہ ہم برطانیہ کے مقابلے میں امریکہ کے زیادہ قریب ہوں گے ہمیں خود سے یہ سوال کرنا چاہئے۔ قبل اس کے کہ ہم اس مقام تک جا پہنچیں جہاں سے واپسی ممکن نہ رہے کہ آیا لاقانونیت کی جانب ہمیں یونہی بہتے چلے جانا چاہئے؟ یا ہمیں اس کا خاتمہ کرنا چاہئے اور جن کو پھر بوتل میں بند کردینا چاہئے۔

ہمارے مذہب نے انسانی زندگی کو تقدس بخشا ہے' جان لینے کی ممانعت کی ہے اور خلاف ورزی کرنے والوں سے قصاص لینے کا حکم دیا ہے۔ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اسلام میں زندگی مقدس ہے اور قتل ایک ناقابل معافی گناہ۔

(قاضی فائز عیسیٰ' بیرسٹر اور شہری برائے بہتر ماحول کے چیئرمین ہیں)

بقیہ ⇦ حیدر آباد

فصلیں :

اہم نقد آور فصلوں میں کیلا' گندم' گنا' کپاس اور دالیں شامل ہیں کئی جگہوں پر آم' چیکو' بیر' امرود اور ترش پھلوں کے باغات بھی لگائے گئے ہیں۔

رقبہ' آبادی' آب و ہوا :

حیدر آباد شہر کا رقبہ ۹۳ مربع کلومیٹر ہے جبکہ ضلع حیدر آباد کا رقبہ ۱۲۷۸۰ مربع کلومیٹر ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۲۰۵۴۰۰۰ تھی جبکہ ۱۹۹۵ء کے تخمینے کے مطابق آبادی تقریباً" ۳۲ لاکھ ہوئی۔ حیدر آباد میں عام طور پر بارش کا موسم بہت مختصر ہوتا ہے۔ اپریل سے گرمیوں کا موسم شروع ہوجاتا ہے جو اکتوبر تک جاری رہتا ہے۔ راتیں عموماً" گرم ترین موسم میں بھی خوشگوار ہوتی ہیں۔ سردیوں کا موسم نومبر سے مارچ تک رہتا ہے۔

دلچسپی کے مقامات :

سیاحوں کے لئے دلچسپی کے مقامات میں مشہور قلعہ حیدر آباد (سن تعمیر ۱۷۶۸ء)' قلعہ شیخ مکائی کلہوڑہ اور تالپور میر خاندانوں کے دور کی یادگاریں جن میں ان حکمرانوں کے مقبرے بھی شامل ہیں' میانی فاریسٹ' سندھ کا صوبائی میوزیم اور لائبریری' میونسپل چڑیا گھر' شاہی بازار اور کوٹری بیراج کے علاوہ کئی دوسرے دلچسپ اور قابل دید مقامات شامل ہیں۔

بقیہ ⇦ بابا بھٹ

اس لئے اس بڑھتے ہوئے خطرے کے پیش نظر اب انہیں جزیرے پر زندگی بسر کرنا دشوار نظر آرہا ہے۔

دنیا بھر میں جزیرے کا لفظ سنتے ہی پراسرار اور خوبصورت قدرتی مناظر کا تصور ذہن میں آتا ہے اسی لئے ایسے مقامات کی خواہش کی جاتی ہے' انہیں ترقی دی جاتی ہے اور ان کے سیاحتی امکانات

ایک پارک اپنائیے

"شہری" نے کلفٹن کے پارک کی ترقی و تزئین کی ذمہ داری قبول کرلی

شہری سی بی ای نے کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن کی "ایک پارک اپنائیے" اسکیم میں حصہ لیا اور ایس ٹی-12 بلاک-5' اسکیم 5' کلفٹن کراچی پر واقع پارک کی ترقی' تزئین اور مرمت کی ذمہ داری قبول کی ہے

اس سلسلے میں علاقے کے باشندے اور دیگر افراد یا انجمن جو اس پارک کی ترقی و تزئین میں ہمارا ہاتھ بٹانا چاہتے ہیں وہ کسی بھی وقت ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔

سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سیاحت ان دنوں اربوں ڈالر کی صنعت ہے۔ لہٰذا اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ جزیرے کے تحفظ کے لئے فوری طور پر اسکیمیں شروع کی جائیں اور بابا بھٹ جیسے جزائر کے قیمتی قدرتی وسائل کا تحفظ کیا جائے۔ دیکھئے کون آگے بڑھ کر قدم اٹھاتا ہے قبل اس کے کہ بہت دیر ہوجائے۔

بقیہ ⇦ کے بی سی اے

ترمیم کی جائے۔

مقامی انتظامیہ اور پولیس سے رابطہ

○ کے بی سی اے کے قواعد کے تحت قواعد کے نفاذ کے لئے کم از کم دو اسپیشل مجسٹریٹ مقرر کئے جائیں جو کے بی سی اے کے چیف ایگزیکٹو کے براہ راست کنٹرول میں ہوں۔

○ جب تک یہ انتظامات نہ ہوں، عوام کے مفاد میں زیریں اور اعلیٰ عدالتوں میں کم از کم دو دن صرف کے بی سی اے کے مقدمات کی سماعت کے لئے مقرر کئے جائیں۔

○ کراچی ماسٹر پلان۔ ۲۰۰۰ء تا ۲۰۱۵ء میں مناسب ترامیم کی جائیں اور اسے قانونی تحفظ دیا جائے۔

○ جب تک مذکورہ بالا کام مکمل ہو، تمام متعلقہ ایجنسیوں کے لئے لازمی قرار دیا جائے کہ وہ کے بی سی اے کے ٹاؤن پلاننگ اور قواعد و ضوابط کی پابندی کریں۔

(شاہ محمد مصباح کے ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل اور چیف کنٹرولر آف بلڈنگز ہیں)

بقیہ ⇦ دھماکہ

اس امر کو ہم روز قیامت کے نتائج سے آگاہ ہونے سے مماثل کرتے ہیں کیونکہ جانتے سب ہیں لیکن یقین کی منزل سے دور ہیں اسی طرح ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جوہری جنگ کے بعد کیا کچھ ہوگا لیکن تجربہ و عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھتے ہماری قوت تخیل اس حد تک تو جاسکتی ہے کہ کسی بھی سانحہ میں دس، سو اور زیادہ سے زیادہ ہزار آدمی مارے جاسکتے ہیں لیکن اگر ایک میگاٹن کے تین یا چار بم کسی بھی شہر پر گرادیئے جائیں تو یک لخت کروڑ ہا آدمی مرسکتے ہیں زخمی و متاثرین کی تعداد کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔ انسانی نفسیات کے حوالے سے موت کا خیال آتے ہی انسان اس کو رد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ یہ خواہش اس کے لاشعور میں بس جاتی ہے اسی طرح ہم نے سیکھ لیا ہے کہ بم کا خیال آتے ہی اس کی تباہیوں کو بھولنے کی کوشش کریں۔ فرائڈ کے نقطہ نظر کے مطابق کوئی بھی ایسی خواہش جو ہمارا شعور قبول نہیں کرتا لاشعور میں چلی جاتی ہے اسی طرح ہم نے سیکھ لیا ہے کہ اس خیال کو لاشعور میں دھکیل کر نظرانداز کردیں، سو ہم تردید کرتے رہتے ہیں کہ شاید ہی یہ بم کبھی استعمال ہوگا، ایٹمی طاقت بننے کے بعد دنیا ہم سے ڈرنے لگے گی، زندگی بڑی آسان اور ملک جنگ کے خوف سے آزاد ہوجائے گا دفاعی بجٹ پر کم سے کم خرچ ہوگا خوشحالی کا دور دورہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ لوگ تو اس حد تک برملا کہنے لگے ہیں کہ کیا ہوا اگر وہ ایک ایٹم بم گرائیں گے تو ہم پانچ گرادیں گے۔ تباہی... وہ تو مقدر ہے۔ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔

ایٹمی دھماکے کے بارے میں پچھلے دنوں اخبارات اور میڈیا نے عوام الناس کے رجحانات کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ خاصا فکرانگیز ہے۔ دنیا بھر میں مختلف اقوام اپنے اپنے انداز میں ایٹمی دھماکوں کے بارے میں اپنے ردعمل کا اظہار کرتی ہیں لیکن چونکہ ہم ہراعتبار سے اپنے اظہار میں شدت پسندی کا شکار ہوچکے ہیں لہٰذا اس کا مظاہرہ اس موقع پر بھی ہوا۔

جب کسی کو اپنے خیالات، جذبات و اعمال پر شعوری اختیار ہو تو نفسیاتی طور پر وہ بالکل مطمئن ہوتا ہے۔ جب لاشعور میں دبے ہوئے جذبات (ایٹم بم) طاقت حاصل کرنے کے بعد شعور میں آجاتے ہیں تو پھر انسان اپنے ہی خیالات و جذبات سے ڈرنے لگتا ہے کیونکہ دبے رہنے سے وہ زیادہ خوفناک ہو جاتے ہیں۔ اس لاشعوری دباؤ کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جذبات اپنے خیالات سے جدا ہو جاتے ہیں اور اپنا اظہار علیحدہ علیحدہ کرنا شروع کردیتے ہیں یہاں اہم بات یہ ہے کہ لاشعوری دباؤ صرف خیالات ہی کو دباسکتا ہے، جذبات کو نہیں۔ لہٰذا جذبات کسی نہ کسی طرح شعور کی سطح پر آکر تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ سب سے سنگدل پہلو یہ ہے کہ ہم ایسے گروپ کو وجود میں لارہے ہیں جو اپنی تباہی پر خود ہی نازاں ہیں اور Mass Hysteria ہمیں ہر طرف نظر آرہا ہے۔

اگر ہم مستقبل کی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اپنے جذباتی رویوں پر نظرثانی کرتے ہوئے بالغ نظری کے ساتھ سنجیدہ رویہ اپنائیں جس میں ایثار و قربانی اور خودانحصاری جیسے اہم عناصر شامل ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جوہری طاقت کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی ہم ایٹم بم کے خلاف ہوتے لیکن بدقسمتی تو یہ ہے کہ اس کے استعمال کے ضمن میں مختلف استدلال اختیار کئے جاتے ہیں کہ دشمن سے نمٹنے کے لئے ضروری ہے ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم دشمن کے بغیر رہ سکتے ہیں؟ جواب یقیناً یہی ہوگا کہ دشمن ہم تو پیدا نہیں کرتے بلکہ جب کسی سے ہم اپنے وجود کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہیں تو اسے دشمن تصور کرلیتے ہیں ہمارا یہ ادراک ہماری ذاتی زندگی و گروہی زندگی دونوں پر یکساں طور پر اثرانداز ہوتا ہے کسی بھی چیز کے ادراک کے لئے ضروری ہے کہ ہم تضاد کے بارے میں آگاہ ہوں مثلاً علم جب حاصل ہوگا جب جہل کے بارے میں آگاہی و شعور ہوگا روشنی کے بارے میں جاننے کے لئے تاریکی کو سمجھنا ضروری ہے۔ زندگی کے بارے میں موت کو سمجھنا ضروری ہے اسی طرح کسی دوست کو سمجھنے کے لئے اپنے دشمن کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ چنانچہ ہم اپنے وجود اور ماحول کی بقاء کے لئے جنگ کرتے رہتے ہیں اور اسی کا نام ماحول سے مطابقت ہے اگر اس مطابقت کے عمل میں کوئی رخنہ ڈال دے تو ہم جنگجویانہ طریقے سے اس کا تحفظ کرتے ہیں۔

چنانچہ کوئی بھی ایسا سخت گیر رویہ جو حالات کی درستی کے لئے اختیار کیا جائے معاشرہ کو قابل قبول ہوتا ہے۔ اسی طرح ایٹم بم کی طاقت اگر صحیح و تعمیری خطوط پر استوار کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ بلا تفریق جغرافیائی حدود افراد اس سے خوفزدہ ہوں۔ لہٰذا بیک وقت ہم ایٹم بم سے محبت اور نفرت دونوں متضاد رویوں کے مالک ہوتے جارہے ہیں۔ یہی نفرت زندگی اور محبت موت ہے چنانچہ ہمیں ان دو جبلتوں کی آمیزش کی کمی بیشی کے متعلق غوروفکر سے کام لینا ہوگا۔ ہمیں دانشمندی سے "حقیقت" کا ادراک کرنا ہوگا۔ اگر ہم اس حقیقت کے قوطی پہلو کو روشن خیالی کے ساتھ اجاگر کریں گے تو ہمیں شاید زندگی میں امید کی کرن نظر آئے گی اور اس طرح ہم ایٹم بم کے نظریہ کی ذہنی مخالفت کو رد کرسکیں گے۔ ہم باشعور قوم ہیں اور اس کا ثبوت ہمیں دینا ہوگا۔

اب ہم ایک نفسیاتی جنگ سے گزر رہے ہیں۔ نفسیاتی طریقہ جنگ کا اہم اور بنیادی اصول ہے کہ دشمن کی نفسیاتی ضروریات اور کمزوریاں معلوم کی جائیں اور ان معلومات کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں اپنے میڈیا پروپیگنڈہ کے نظام پر نظرثانی کرنی چاہئے۔

(بہ شکریہ 'مڈویک میگزین')

کراچی شہر کے نزدیک ساحلی علاقے میں کئی چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو اپنے قدرتی حسن اور تاریخی اہمیت کے اعتبار سے بہت مالا مال ہیں لیکن ان کے تحفظ کے لئے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں کئے گئے بابا اور بھٹ دو ایسے ہی جزیرے ہیں۔

بابا اور بھٹ کے جزیرے خطرے میں ہیں

بابا اور بھٹ کے جزیرے کراچی سے تقریباً" ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر منوڑہ چینل کے شمال مغربی کنارے پر قریب قریب واقع ہیں۔ ان جزیروں پر زیادہ تر ماہی گیر آباد ہیں جو آزادی کے وقت سے پہلے سے یہاں رہتے چلے آرہے ہیں۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک جزیرہ برطانوی حاکموں نے ایک مقامی ماہی گیر "بابا" کو دے دیا تھا' اسی لئے اس کا نام "بابا" پڑ گیا۔

اس وقت ان دونوں جزیروں پر دس دس ہزار افراد آباد ہیں تقریباً" دو ہزار مکانات ہیں۔ ۸۰ فیصد بالغ مرد ماہی گیری کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ باقی یا ملاح ہیں یا دوسرے متعلقہ چھوٹے موٹے کاموں سے وابستہ ہیں یا کراچی پورٹ ٹرسٹ کے ملازم ہیں دونوں جزیرے کم و بیش یکساں نوعیت کے مسائل سے دوچار ہیں جن میں رہائشی سہولت' بنیادی سہولیات اور کچرے کو ٹھکانے لگانے کے مسائل سرفہرست ہیں۔

پینے کا پانی کیماڑی سے ڈرموں میں آتا ہے اور قیمتاً" بکتا ہے چنانچہ یہ یہاں کے رہنے والوں کی قلیل آمدنی پر ایک بڑا بوجھ ہے۔ پانی کی کوالٹی بھی مطلوبہ معیار سے کہیں کم تر ہے۔ صفائی کی مناسب سہولتوں کا کوئی وجود نہیں۔ کچرہ سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر آلودگی پھیل رہی ہے اور بحری نظام حیات کو سنگین خطرہ لاحق ہے۔

اگرچہ بجلی دستیاب ہے لیکن گیس سلنڈروں کے ذریعے سپلائی ہوتی ہے۔ صحت کی سہولتیں انتہائی ناکافی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے کلینک ہیں جہاں دوائیں بھی نہیں ہوتیں اور غیر تربیت یافتہ افراد یہاں کے باشندوں کی طبی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔

کراچی کے ساتھ بابا اور بھٹ جزیروں کے رابطے کا واحد ذریعہ لانچ سروس ہے۔ کیماڑی جیٹی سے جزیروں تک لانچیں باقاعدگی سے چلتی ہیں اور تقریباً" پندرہ منٹ کا سفر ہوتا ہے۔

خوراک' تعمیراتی سامان' پانی اور دوسری ضروریات زندگی بھی انہی لانچوں کے ذریعے جزیروں پر پہنچائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے جزیرے کے غریب باشندوں کو ان کی زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ ان جزیروں پر کسی قسم کی ٹرانسپورٹ سروس حتیٰ کہ بائیسکل یا گدھا گاڑی بھی نہیں چلتی۔

جزیرہ بھٹ چونکہ کچھ نشیب میں واقع ہے اس لئے مدوجزر کے دوران اکثر سمندری پانی گھروں میں گھس آتا ہے۔ پتھروں سے چھوٹے چھوٹے بند بنائے گئے ہیں لیکن وہ ناکافی ہیں۔

آبادی میں اضافہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ یہ بات محسوس کی گئی ہے کہ آبادی میں قدرتی اضافے کے مقابلے میں باہر سے آکر آباد ہونے والوں کی شرح زیادہ ہے۔

سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے جس کا اظہار مقامی باشندے بھی کرتے ہیں کہ اب مچھلی کی پیداوار میں تیزی سے کمی ہو رہی ہے جس کا سبب بڑھتی ہوئی آلودگی ہے چونکہ جزیرے کے تقریباً" تمام باشندوں کی روزی کا انحصار ماہی گیری پر ہے۔

باقی صفحہ ۲۲ پر

ملکی ساحل کے ساتھ ساتھ واقع جزیرے اہم کاروباری اور تفریحی مراکز ہیں جو مقامی اور غیر ملکی سیاحوں کی ضروریات بخوبی پوری کر رہے ہیں — لہٰذا ان کے قدرتی حسن اور ثقافتی اور تاریخی اہمیت کو تحفظ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

کچرا سمندر کی طرف رواں ہے

ماحولیاتی سیاست اور ایٹم بم کا استعمال

ایٹم بم سے پیدا ہونے والی ممکنہ تباہی سے کیسے بچا جا سکتا ہے

حیدر رضوی

شعبہ نفسیات جامعہ کراچی

۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو دنیا کے نقشے پر پاکستان ایٹمی طاقت بن کر ابھر گیا۔ اگرچہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام پرامن ہے لیکن دنیا کی ایٹمی طاقت تباہی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں افراد کی ہلاکت اور جنگ کی تباہ کاریوں کے اثرات اب تک ہیں۔ مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائڈ نے پہلی جنگ عظیم کے بعد اپنے نظریات کا اعادہ کیا اور موت کی خواہش کو زندگی سے تعبیر کیا فرائڈ کے مطابق ہماری جبلتیں صرف دو قسم کی ہیں ایک تو جبلت حیات جو فرد میں موجود تعمیری جدوجہد کا نام ہے جس کے تحت وہ اپنے آپ کو منفرد اور ایک دوسرے سے پیوستہ و محفوظ تصور کرتا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری قسم جبلت موت ہمیں دوسروں پر تشدد کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس پس منظر میں ایٹم بم کی دنیا میں موجودگی تباہی، خود تباہی اور موت کی جبلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو یقیناً ایک صحتمندانہ رویہ نہیں ہے۔

امریکی نفسیات دانوں کی تنظیم امریکن سائیکالوجیکل ایسوسی ایشن نے اسی بناء پر ۱۹۸۱ء میں اپنی سالانہ مجلس میں ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا جس میں جوہری حادثوں پر غور و خوض ہوا۔ تنظیم نے ماحولیاتی سیاست اور ایٹم بم سے پیدا ہونے والی ممکنہ تباہی سے اس مسئلے کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ماحولیاتی سیاست اور ایٹم بم کا استعمال ایک دوسرے سے مشروط ہے کیونکہ فیصلہ بہرحال علاقے کی مخصوص سیاسی و فوجی صورتحال دیکھتے ہوئے سیاستدان ہی کریں گے۔ اس ممکنہ تباہی سے پہلے کی صورتحال پر غور کریں یقیناً چرنوبل اور بھوپال کے جوہری حادثے ہمارے ذہن سے کبھی محو نہ ہوں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بجائے ہم ایٹم بم سے محبت کرنے کا سوچیں یہ سوچیں کہ ہم اس کے ساتھ گزارا کس طرح کریں گے۔ اور سائنسی خطوط پر کس طرح اس کے وجود سے گریز اختیار کیا جائے؟

دو نیاوی جبلتوں کے تضاد کی طرح یہ دو عملی ہمیں اپنی زندگیوں میں بھی نظر آتی ہے کہ باوجود تمام تر قیامت خیز ہولناکیوں کے ہم بطور مسلمان اپنے نیک اعمال سے غافل اور گناہوں کی دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی موت سے قریب اور زندگی سے دور ہوتے جا رہے ہیں ظاہر ہے یہ صحتمندانہ رویہ نہیں ہے۔

ایٹم بم کی تباہی ایک بٹن دبانے کی محتاج ہے جس سے وہ ہولناک تباہی پھیلے گی کہ جس کا تصور محال ہے اور جس سے شاید چند ہی لوگ بچیں گے۔ وہ بھی صرف ذہنی اور جسمانی طور پر محتاج و معذور ہوں گے۔ بلکہ انکی نسلیں بھی اس تباہی کے اثرات سے دوچار ہوں گی۔ واشنگٹن پوسٹ نے جنوبی ایشیا کی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاک بھارت ایٹمی دھماکوں سے ۱۹۴۵ء کے ایٹم بم کا خوف دوبارہ پیدا ہوگیا ہے ان دونوں ملکوں کی ایٹمی جنگ کے نتیجے میں چند گھنٹوں میں ۴ کروڑ افراد ہلاک ہو جائیں گے۔ لگتا ہے کہ ایٹم بم کے معاملے میں بھی ہم "جوہری التباس" (Nuclear Illusion) کا شکار ہو چکے ہیں لہٰذا یہ جنگ یا تو ہم اپنی بقاء کے لئے لڑ رہے ہیں یا موت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس کا قطعی فیصلہ ابن آدم کو کرنا ہوگا۔

جوہری التباس میں پہلا دھوکہ تو یہ ہے کہ بم کو کنٹرول کرنے کا اختیار ہمارے پاس ہوگا نہ کہ بم ہم پر حاوی ہو سکے گا۔ دلیل تو یہ بھی دی جا سکتی ہے کہ اگر ایک فرد کے پاس پستول موجود ہے تو جس کو پتہ چلے گا وہ اس کی موجودگی سے ڈرے گا لہٰذا ہر شہری کو فری اسلحہ مہیا کیا جائے تاکہ اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت زندگی گزاری جا سکے، لیکن اس سے کیا ایسا نہیں ہوگا کہ دوسرا اسی خطرے کے پیش نظر کلاشنکوف لے آئے گا۔ دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جوہری جنگ کے پیش نظر ہر دو ممالک کے مابین تعلقات بہتر، منظم و مہذب ہو جاتے ہیں حالانکہ یہی سب سے خطرناک فریب ہے کیونکہ شروع میں تو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن معاملات کو خوفناک دہانے تک پہنچانے میں کس کا ہاتھ ہوتا ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے دنیا جانتی ہے کہ ڈائنامائٹ تعمیری مقاصد کے لئے دریافت ہوا تھا لیکن اس کا استعمال کہاں تک پہنچ گیا ہم سب جانتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ کسی نے بھی یہ نہیں سوچا کہ جوہری جنگ شروع ہونے کے بعد کیا ہوگا؟

باقی صفحہ ۲۲ پر